تصوف ۔ 81

فیضانِ امامِ ربّانی

[مہر]

از قلم

رئیس التحریر حضرت مولانا عبدالحکیم خان صاحب اختر شاہجہانپوری

شائع کردہ
ادارہ غوثیہ رضویہ
کرم پارک مصری شاہ ۔ لاہور ۔ پاکستان

59705

نام کتاب ـــــــــ فیضانِ امامِ ربانی

مصنف ـــــــــ مولانا عبد الحکیم خان اختر صاحب مجددی مظہری شاہجہانپوری مدظلہ

مطبع ـــــــــ محمود ریاض پرنٹرز

اشاعت باردوم ـــــــــ ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء

ناشر ـــــــــ ادارہ غوثیہ رضویہ مکان نمبر ۲۰ گلی نمبر ۲۲ بی -

کرم پارک مصری شاہ لاہور - ۳۹ -

ھدیہ :- ایصالِ ثواب بحق قبلہ صوفی محمد اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ -

اور

دعائے خیر بحق معاونین ادارہ

نوٹ :- یہ کتاب مبلغ ۴ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت طلب فرمائیں -

ملنے کا پتہ

ادارہ غوثیہ رضویہ

کرم پارک مصری شاہ پوسٹ کوڈ ۵۴۹۰۰ لاہور (پاکستان)

Marfat.com

انتساب

احقر اپنی اِس ٹوٹی پھوٹی کاوش کو مجدد زمانہ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہٗ اجل حضرت مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے جگر گوشہ یعنی علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہٗ کی جانب منسوب کرنے میں خاص روحانی و ایمانی لطف و لذت محسوس کرتا ہے کیونکہ اِس گئے گزرے زمانے میں موصوف کی ذات کو اپنے اور بیگانے، علماء حق کی گونج دار آواز اور حق و صداقت کی نشانی ماننے اور کہنے پر مجبور ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

★

اختر شاہجہان پوری مظہری عفی عنہ

لاہور

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	منقبت حضرت مجدّد الف ثانی	۵
۲	نذرِ عقیدت امام احمد رضا خاں بریلوی	۸
۳	چل مرے خامہ بسم اللہ	۱۰
۴	ملک صاحب کا پہلا جال	۱۵
۵	مذکورہ جال بیتِ عنکبوت ہے	۱۸
۶	دوسرا جال اور اُس کا بدحال	۵۸
۷	فتنۂ وہابیت کی تخم ریزی	۶۵
۸	اینگلو انڈین علماء ساز فیکٹری	۷۱
۹	دیوبند اور علی گڑھ میں برطانوی مفادات کی فیکٹریاں	۷۴
۱۰	امام الوہابیہ اینڈ کمپنی کی برٹش نوازی	۸۰
۱۱	غیر مقلدین کی برٹش نوازی	۹۰
۱۲	غیر مقلدین کو اہلِ حدیث کس نے بنایا؟	۱۰۱
۱۳	برٹش نوازی کا علی گڑھی ریکارڈ	۱۰۴
۱۴	دیوبندی حضرات کی برٹش نوازی	۱۰۷
۱۵	غلط فتووں سے بچو	۱۱۴
۱۶	امام الوہابیہ کی مسلم کُشی	۱۱۵
۱۷	مسلمانوں کو کافر ٹھہرا کر لوٹنا	۱۲۰
۱۸	مسلمانوں کی آبرو ریزی اور نام نہاد مجاہدین کی عیّاشی	۱۲۲
۱۹	برطانوی امیر المؤمنین کی جہانبانی	۱۲۶
۲۰	امام احمد رضا خاں پر حملہ	۱۲۹
۲۱	تاثرات	۱۳۴

Marfat.com

منقبت

حضرت مجدّد الف ثانی

مرے دل میں محبّت ہے مجدّدِ الف ثانی کی
مرا توشہ عقیدت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

خوشا قسمت جو یہ سرہند سے پیغام آجائے
نہ گھبرا تجھ پہ شفقت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

جہانگیری نہ جس کو کر سکی خم سامنے اپنے
فقط وہ استقامت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

نہ بدلے آپ، سارے ملک کی قسمت بدل ڈالی
یہ محکم عزم و ہمت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

وہ نکلے جامۂ "الفقر فخری" زیب تن کر کے
اُسی دم خم سے عزت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

کٹھن حالات میں احیائے دینِ مصطفےٰ کرنا
بڑی سب سے کرامت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

جو مکتوبات کو دیکھا تو یوں اہل نظر بولے
یہ محنت بیش قیمت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

سمجھ لے کوئی گراں کو تو ہیں یہ مرشدِ کامل
وہ مکتوبات دولت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

جو تن من دھن خدا کی راہ میں قربان کر ڈالے
تو دنیا بھر میں شہرت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

Marfat.com

مقامِ غوثِ اعظم تو ملا ہے شاہِ جیلاں کو
مگر شانِ نیابت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

یہ نائبِ غوثِ اعظم کے، یہ سلطانِ ولایت ہیں
نرالی شان و شوکت ہے، مجدّدِ الف ثانی کی

کہیں گے حضرتِ مہدی، خدا راضی ہُوا اُن سے
مجھے حاصل یہ نسبت ہے مجدّد الف ثانی کی

ڈھلے وہ اتباعِ سُنّتِ نبوی کے سانچے میں
مبارک خُو و خصلت ہے مجدّد الف ثانی کی

مرے سرکار کو بدعت سے تھی پیدائشی نفرت
بڑی پُر نور فطرت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

رہے مصروف وہ حقّانیت کی سربلندی میں
یہی مشہور عادت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

کہا مُرشد نے ہم تارے تو یہ مہرِ درخشاں ہیں
گماں سے دُور رفعت ہے مجدّدِ الف ثانی کی
کسی گمراہ فرقے سے نہیں ان کا تعلّق تھا
جماعت اہلِ سُنّت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

رہے اہلِ نظر بھی اس کے ہیں ادراک سے عاجز
بڑی بے کیف نسبت ہے مجدّدِ الف ثانی کی
حق و باطل میں پھر تفریق مشکل ہوتی جاتی ہے
زمانے کو ضرورت ہے مجدّدِ الف ثانی کی
وہ جس کے رُوئے انور سے اندھیرے بھاگ نکلے تھے
بسی ہر دل میں صورت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

Marfat.com

یہی ہیں نقشبندی آسماں کے نیّر تاباں
بڑی ہی قدر و قیمت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

وہ حق کی سربلندی کے لئے دُنیا میں آئے تھے
یہ کتنی پاک سیرت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

جن اسرار و معارف سے اُٹھایا آپ نے پردہ
وہی تو خاص قسمت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

جدھر دیکھو جہاں میں فیض ہے سرہند کا جاری
ہوئی بارانِ رحمت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

مزار ان کا زمینِ ہند میں ہے چشمۂ حیواں
گلِ گلزارِ جنّت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

قیامت تک پھلا پھولا رہے سرہند کا گلشن
انوکھی ہی یہ منبت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

وہ اختر کر گئے ہیں گھر دلوں میں اہل ایماں کے
یوں باطن پر حکومت ہے مجدّدِ الف ثانی کی

Marfat.com

نذرِ عقیدت

(از علامہ عبدالحکیم خاں اختر مجددی مظہری شاہجہان پوری)

امامِ اہلِ سنّت کون ہے، میرے شہا تم ہو
یہ بیڑہ سُنیّوں کا اور اس کے ناخدا تم ہو
وہ جس کی ذات پر ہے فخر اگلوں اور پچھلوں کو
بفضلِ حق وہی حقانیت کے رہنما تم ہو
وہ توحید و رسالت کے معانی جس نے بچائے
حصارِ دین و ملّت، ہادیٔ راہِ ھُدٰی تم ہو
محافظ تھا جو ناموسِ رسالت کا زمانے میں
جسے یہ فخر تھا کہ ہوں میں عبد المصطفیٰ تم ہو
وہی جو عظمتِ ختم الرسُل کا پاسباں ٹھہرا
غریقِ بحرِ اُلفت، عاشقِ نورِ خدا تم ہو
قبولیت ملی ہے جس کو دربارِ رسالت میں
رضائے احمدِ مختار یا احمد رضا تم ہو
کیا اسلام زندہ جس محی الدین ثانی نے
مسلمانوں کا تھا اِس دور میں جو آسرا تم ہو
کمالاتِ غزالی اور رازی کا مرقّع ہو
سیوطی اور محقق دہلوی والی ضیا تم ہو

Marfat.com

علومِ ابنِ عربی، سوزِ رومی، عشقِ جامی بھی
سمایا جس کے سینے میں وہ قطب الاولیا تم ہو

شریعت میں امامت کا رہا سہرا تمہارے سر
جو ہے اہلِ طریقت کے لئے قبلہ نما تم ہو

امامِ بوحنیفہ کے اِدھر نورِ نظر ٹھہرے
طریقت میں اُدھر بھی نائبِ غوث الوریٰ تم ہو

حرم والوں نے ہو کر یک زباں اعلان فرمایا
علوم و معرفت میں آج کل سب سے سوا تم ہو

وہ جس کے زہد و تقویٰ کو سراہا شان والوں نے
کہا یوں پیشواؤں نے ہمارے پیشوا تم ہو

حقیقت ہے ملے ہیں دین و ایماں آپ کے گھر سے
شریعت کے محافظ اے شہِ احمد رضا تم ہو

تمہیں تو قافلہ سالار ہو نوری جماعت کے
ہدایت کی کسوٹی دورِ حاضر میں شہا تم ہو

حدائق جس نے بخشش کے بسائے حُبِّ نبوی سے
مدینے کا وہ بُلبل، طوطیِ نغمہ سرا تم ہو

عمائدِ کُفر کے جس نے سرِ میداں پچھاڑے تھے
علمبردارِ شانِ مصطفےٰ، شیرِ خدا تم ہو

جو بارہ سو چھیاسی سن سے لے کر آخری دم تک
ہو چوّن سال مذہب کی حمایت میں لڑا تم ہو

ہدایت کے تمہیں اس دور میں ہو نیّرِ تاباں
ہے یہ بے نورِ اختر اس میں بھی جلوہ نما تم ہو

Marfat.com

چل مرے خامہ بسم اللہ

حضرت امام ربّانی، مجدّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز (المتوفی ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) اُن مخصوص بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین میں سے ہیں جنھوں نے انتہائی نامساعد حالات میں خدمتِ اسلام و حفاظتِ دین کا مقدّس فریضہ ادا کیا اور بدمذہبی اور بے دینی کے بپھرے ہوئے سیلاب کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوئے۔ ایسے بزرگوں کو اصطلاحِ شرع میں مجدّد کہا جاتا ہے۔ فرمانِ رسالت ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا اَمْرَ دِيْنِهَا[1]	بے شک ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالیٰ ایک ایسا شخص (مجدّد) بھیجتا رہے گا جو اُمتِ محمدیہ کے لئے اُن کا دین تازہ کردیا کریگا۔

علمائے کرام کی تصریحات کے مطابق گزشتہ صدیوں میں جن بزرگوں نے کارِ تجدید سرانجام دیا، کشتیٔ ملّت کے اُن ناخداؤں اور سرمایہ ملّت کے اُن نگہبانوں کی فہرست تو بہت طویل ہے کیونکہ محدّثین، فقہا اور صوفیائے کرام نے اپنے اپنے گروہ کے بعض بزرگوں کو اس فہرست میں شامل کرنے کی ضرور کوشش کی ہے۔ احقر یہاں صرف اُن حضرات کے اسمائے گرامی پیش کرتا ہے جن کے مجدّد ہونے پر اکثر بزرگوں کا اتفاق ہے۔

پہلی صدی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۰۱ھ) اس صدی کے مجدّد ہیں۔

دوسری صدی۔ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۰۴ھ) اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۰۴ھ) اس صدی کے مجدد ہیں۔

تیسری صدی۔ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۳۰ھ)، امام محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۱۰ھ) اور امام ابوجعفر طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۲۱ھ)

---

[1] سنن ابوداؤد، باب ما یذکر فی قرن المائۃ

Marfat.com

چوتھی صدی۔ امام ابو حامد الاسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۰۶ھ)
پانچویں صدی۔ حجۃ الاسلام، امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۰۵ھ)۔
چھٹی صدی۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۶ھ)۔
ساتویں صدی۔ امام تقی الدین بن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۰۲ھ)
آٹھویں صدی۔ حافظ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۶ھ)، امام سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۵ھ)، امام شمس الدین جزری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۳۳ھ)۔
نویں صدی۔ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۲ھ)
دسویں صدی۔ علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علامہ شمس الدین بن شہاب الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ھ)
گیارہویں صدی۔ امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) اور بقول بعض شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) بھی کار تجدید میں شریک ہیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد الف ثانی اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ گیارہویں صدی ہی کے نہیں بلکہ ایک لحاظ سے دوسرے ہزار سال کے بھی مجدد ہیں۔ اس لئے آپ کو اگر مجدد اعظم کہا جائے تو بجا ہے۔
بارہویں صدی۔ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۱۸ھ)
تیرھویں صدی۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ)، شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۴۰ھ)
چودھویں صدی۔ فقیہ اعظم اعلحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ)، محقق دوراں علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۵۰ھ)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اپنے دور میں جس انداز سے تجدیدی کارنامہ انجام دیا وہ تاریخ کی معتبر کتابوں اور خود آپ کے مکتوبات شریفہ سے واضح ہے۔ آپ کی دیگر تصانیف اور مکتوبات امام ربانی کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ایک

Marfat.com

متبحر عالم، عظیم المرتبت شیخِ طریقت، صاحب کشف و کرامت بزرگ، قلم کے دھنی، بلند پایہ ادیب، عظیم محقق، بے باک مجاہد، صاحب نظر مفکر اور نبضِ وقت کی رفتار پر ہاتھ رکھنے والے دانشور تھے۔ اسی لئے وقت آنے پر آپ نے سرمایۂ ملّت کی نگہبانی کے لئے تن، من، دھن اور پوری صلاحیتوں کو وقف کر دیا تھا۔

اکبری دور میں بے دینی کا سیلاب اُمڈ آیا تھا اور حکومت کی سرپرستی میں شعائر اسلام کو مٹا کر اُن کی جگہ شعائر کفر کی ترویج کی جا رہی تھی ——— علماء کا ایک گروہ اس ناروا حرکت میں حکومت کا ہاتھ بٹا رہا تھا اور اُس کی بے دینی پر شریعت کی تصدیقی مُہر ثبت کرتا رہتا تھا ——— غلط کار صوفیہ نے تصوّف کو غیر اسلامی رنگ میں پیش کرنا اپنا شعار بنا رکھا تھا ——— روافض علیحدہ اپنا دام ہمرنگِ زمین بچھا رہے تھے ——— بدعات کے ہمہ گیر سیلاب نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا ——— اہلِ اسلام کے گھروں میں کفار و مشرکین کی رسوم گھستی جا رہی تھیں۔

اس نازک دور میں جبکہ حکومت[۱]، علمائے[۲] سوء اور غلط[۳] کار صوفیہ اس ساری خرابی کے ارکانِ ثلاثہ بلکہ علمبردار بنے ہوئے تھے، کشتیٔ ملّت بے دینی کے سیلاب میں گھِری ہوئی ہچکولے کھا رہی تھی، ساحل حدِ نظر سے دُور اور بادِ مخالف کا زور تھا؛ تو ملّتِ اسلامیہ کی اس بیکسی پر کُڑھنے والے تو بہت تھے لیکن کشتیٔ ملّت کی ناخدائی کا فریضہ انجام دینے، مردِ میدان بننے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی کوئی جرأت نہیں کر سکا تھا ——— اس کس مپرسی کے عالم میں سرہند شریف سے محمدی کچھار کا ایک فاروقی شیر گرجتا، دندناتا اور بلبلاتا ہوا اُٹھتا ہے۔ میدانِ کارزار میں کُودتا اور خرابی کے ارکانِ ثلاثہ سے پنجہ آزما و معرکہ آرا ہوتا ہے۔ سننے والوں نے سُنا کہ اس مردِ میدان کی آمد کے وقت فضاؤں میں یہ نغمہ گونج رہا تھا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

آپ نے کارِ تجدید شروع کیا تو علمائے سوء نے بادشاہ نورالدین جہانگیر کے کان بھرنے شروع کئے۔ حق و صداقت کے راستے میں بساط بھر روڑے اٹکائے۔ نوبت

Marfat.com

بایں جا رسید کہ دورِ ابتلا شروع ہوگیا اور اس ناخدائے کشتی ملت کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن سرمایۂ ملت کا یہ نگہبان ہر حالت میں خدمتِ دین متین اور خیر خواہیٔ مسلمین کا کام کرتا رہا۔

آپ کی انتھک کوشش، مسلسل جد و جہد اور صداقت آخر کار رنگ لائی۔ وہی جہانگیر جو آپ کو گوالیار کے قلعے میں محبوس رکھنا ضروری سمجھتا تھا، جب اس کی آنکھوں کے آگے سے پردہ ہٹا، صداقت و حقانیت نے اُسے اپنا رنگ دکھایا تو مخالفت کو چھوڑ کر معتقد بن گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی شعائر کا احترام ہونے لگا، شعائرِ کفر بند ہونے شروع ہوگئے۔ علمائے سوٗ اور غلط کار صوفیہ نے راہِ راست اختیار کرلی اور بعض ملکِ عدم کو سدھار گئے۔ غرضیکہ گلشنِ اسلام میں پھر بہار آگئی۔

فرمانِ رسالت ہے یُجَدِّدُ لَهَا أَمْرَ دِيْنِهَا۔ مجدد اِس اُمت کیلئے اِس کے دین کو ترو تازہ کر دیا کریں گے۔ اکبری دور میں لوگ حیران و پریشان تھے کہ متحدہ ہندوستان کے اندر تو گلشنِ اسلام نہ صرف خزاں رسیدہ بلکہ پامال ہونے کے قریب جا پہنچا ہے۔ یہ کس طرح ترو تازہ ہوگا؟ حضرت امامِ ربانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس خزاں رسیدہ گلشن کو بہاروں سے ہمکنار کرکے سدا بہار بنا کر دکھا دیا:-

ابرِ رحمت اُن کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

جس سرہندی مردِ حق آگاہ سے قدرت نے اپنی حکمتِ کاملہ کے ساتھ ایسا اہم کام لیا، اُنہیں مقبولیت بھی خدائے ذوالمنن نے اتنی عطا فرمائی کہ اہلسنت وجماعت کے علاوہ مبتدعین بھی اُنہیں بزرگ مانتے، اُن کے تجدیدی کارناموں کو تسلیم کرتے اور سراہتے ہیں۔ بلکہ اپنے اپنے مسلک کو برطانوی دور کی پیداوار ہونے کے باوجود آپ کی طرف فخر یہ منسوب کرنے میں مصروف رہتے ہیں، جیسا کہ اُن حضرات کی تصانیف سے ظاہر ہے اور اس امر کا تازہ ثبوت تعلیماتِ مجددیہ نامی کتاب بھی ہے جو ملک حسن علی صاحب شرقپوری کی تصنیف ہے اور اسی جذبے کے تحت لکھی گئی ہے۔

Marfat.com

چند روز ہوئے کہ مولانا سعید احمد صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ نے اپنی تصنیف مسلکِ امامِ ربانی کے دوسرے ایڈیشن کا مسودہ اور تعلیماتِ مجددیہ کتاب دیتے ہوئے اپنی کتاب کا دیباچہ لکھنے کی فرمائش کی۔ راقم الحروف کو بھی چونکہ حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہ العزیز کے غلاموں کی فہرست میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لہٰذا تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ میرے ان ٹوٹے پھوٹے لفظوں کو قبول فرمائے، آمین

دراصل تعلیماتِ مجددیہ کتاب کا حضرت امام ربانی کی تعلیمات سے ہرگز وہ تعلق نہیں ہے جس کا ملک حسن علی صاحب تاثر دے رہے ہیں بلکہ ان تاثرات میں بڑی حد تک ملک صاحب کی کاریگری کارفرما ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تو اول و آخر سُنّی ہیں اور مذہب اہلسنت و جماعت پر چلنے والوں کو ناجی گروہ قرار دیتے ہیں نیز اِس گروہ کے علاوہ ہر فرقے کو خواہ وہ اسلام کے حقیقی ٹھیکیدار اور حقانیت کے علمبردار ہونے کا کتنا ہی ڈھول کیوں نہ پیٹ رہا ہو، گمراہوں میں شمار کرتے ہیں اور اہلسنت و جماعت کی بال برابر مخالفت کو ہلاکت قرار دیتے ہیں۔

اِس کے برعکس ملک صاحب اپنے جملہ وہابی گروہوں کو مطمئن کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اور انہیں تسلی دیتے ہیں کہ جس راستے پر وہ چل رہے ہیں حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کی تعلیمات بھی اسی سے مطابقت رکھتی ہیں اور سرمایۂ ملت کے اس نگہبان کے عقائد و نظریات بھی وہابیوں کے عین مطابق تھے۔ یہی وہ مغالطہ ہے جس کی خاطر تعلیماتِ مجددیہ کے نام سے ملک صاحب کو ۵۶۸ صفحے سیاہ کرنے پڑے ہیں۔

راقم الحروف تعلیماتِ مجددیہ کتاب کے بارے میں ایک لفظ بھی لکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا بلکہ جو کچھ میسر آتا وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے متعلق لکھتا لیکن ملک حسن علی صاحب کے دو بیانات ایسے نظر سے گزرے جنہوں نے رہوارِ قلم کا رُخ اُدھر سے اِدھر پھیر لیا ——— موصوف نے ابتدائی عنوان تصدیر کے تحت لکھا ہے۔

"اگر اہلِ اسلام انصاف سے کام لے کر شیخ مجدد کی تعلیمات کو آوازۂ گوش

Marfat.com

بنا ئیں تو مسلمانوں کی بہت سی تلخیاں دُور ہو سکتی ہیں اور بہت سے خانہ برانداز جھگڑے نمٹائے جا سکتے ہیں۔" [1]

اور دوسرے مقام پر ملک صاحب نے اسی بات کو یوں دہرایا ہے:-

"آپ کی تصنیفات میں آپ کے مکتوبات کو آپ کا شاہکار ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ اِن مکتوبات میں ہر دَور اور ہر وقت کے لئے مناسب ہدایات موجود ہیں۔ اس کتاب میں دورِ حاضر کے قریب قریب تمام متنازعہ فیہ مسائل کا حل پایا جاتا ہے۔ اگر وہ تمام جماعتیں جو اپنے آپ کو اہلسنت[ع] والجماعت سمجھتی ہیں اور آئمہ سلف سے اپنی نسبت جوڑتی ہیں، دیانتداری سے اپنے اختلافی مسائل میں اس مجدّدِ اعظم کے مکتوبات کو اپنا حَکَم بنالیں تو انشاءاللہ اختلافات رفع ہو جائیں گے۔" [2]

ملک حسن علی صاحب کی تجویز ہمیں دل وجان سے منظور ہے۔ دوسرے حضرات جب چاہیں مکتوبات کو حَکَم مان کر اختلافی مسائل کا تصفیہ کر سکتے ہیں۔ ہم اُن سے بات چیت کیلئے ہر وقت تیار ہیں۔ ہمیں اپنے ہی ایک مائۂ ناز بزرگ کو حَکَم تسلیم کر لینے میں کیا ہچکچاہٹ ہو سکتی ہے —— اب دیکھنا یہ ہے کہ ملک صاحب فریقِ ثانی کو کب اور کس طرح آمادہ کر کے ہمیں اطلاع دیتے ہیں —— اس کے ساتھ ہی احقر کو بصد افسوس یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ خود ملک صاحب نے تعلیماتِ مجدّدیہ کے اندر اپنے اِس اعلان کو قطعاً مدِّنظر نہیں رکھا بلکہ جہاں اپنی کتاب کو خوشنما بیانات اور تالیفِ قلوب کے ساز و سامان سے لیس کیا ہے۔ وہاں علمی خیانت، دھاندلی اور دیانت و انصاف کا خون کرنے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کی۔ شاید موصوف کو اِس طرزِ عمل میں دنیا و آخرت کی بہتری نظر آئی ہوگی۔

پہلا جال - ملک صاحب کے اعلانات و دعاوی کے بارے میں تو آگے چل کر

---

[1] تعلیماتِ مجدّدیہ، مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۵ء، ص ۲۳

[ع] ملک صاحب کو اپنی علمیت کی لاج رکھتے ہوئے اہلِ سنت و جماعت یا اہل السنۃ والجماعت لکھنا چاہیئے تھا

[2] تعلیماتِ مجدّدیہ، ص ۲۷

Marfat.com

پھ عرض کیا جائیگا، تعلیماتِ مجددیہ کے چند خوشنما بیانات پہلے ملاحظہ فرمائیے کہ مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی مدح خوانی کرکے کس طرح جال میں پھنسانے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ تعلیماتِ مجددیہ کے پیش لفظ میں مولوی محمد ناظم صاحب یوں رقمطراز ہیں:۔

"ایسے پُرآشوب دور اور پُرفتن عہد میں فاروقی خانوادہ کا ایک پاک باطن، ژرف نگاہ، عالمِ ربّانی سپنے وقت کا سب سے بڑا صوفی، حلقۂ علماء میں جیّد عالم اور مجاہدین کی صف میں قلمِ حق نگاہ کی تیغ براں لئے عزم فاروقی کے ساتھ دہلی و سرہند میں نمودار ہوتا ہے۔ صوفیہ کی غلطیوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ وحدت وکثرت کی تشریح کرتا ہے۔ اسلامی توحید کو قرآنِ حکیم کی آیات اور احادیثِ نبویہ سے مدلل بیان کرتا ہے۔ تمام بدعات، منکرات اور الحاد ولادینیت کی جڑ پر ضرب لگاتا ہے۔ وہ نہایت واضح، بلیغ اور موثر اسلوبِ بیان اور دلآویز طریقہ کے ساتھ اپنے دوستوں، مریدوں اور طالبانِ حق کو دینِ فطرت (اسلام) کی ٹھوس اور صحیح تعلیمات کی دعوت دیتا ہے۔" [۱]

جامع اہلحدیث گوجرانوالہ کے خطیب اور جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے سابق مرکزی صدر یعنی مولوی محمد اسماعیل صاحب نے اس کتاب کے دیباچے میں مکتوباتِ امام ربانی کے متعلق اپنے تاثرات اِن لفظوں میں بیان کئے ہیں:۔

"مکتوبات علم وحکمت کا اتنا مقدس ذخیرہ ہے جس کی نظیر متاخرین کی تصانیف میں نہیں مل سکتی۔" [۲]

پنجاب یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر علامہ علاؤالدین صدیقی نے مکتوباتِ امام ربانی کے بارے میں تقدیم کے تحت اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:۔

"شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ومکتوبات مشتاقانِ حقیقت کے لئے ایک بے بہا ذخیرہ ہیں۔ گم گشتگانِ راہِ ہدایت کے لئے وسیلۂ ہدایت

۱۔ تعلیماتِ مجددیہ، مطبوعہ لاہور، ص ۴

۲۔ ایضاً، ص ۱۴

Marfat.com

اور سرچشمۂ بصیرت ہیں۔" ؎۱

اور خود ملک حسن علی صاحب کی اس مجموعۂ مکتوبات کے بارے میں رائے یہ ہے:۔

"ان مکتوبات میں مسئلہ توحید کو نہایت پسندیدہ اسلوب اور بدیع طرز سے سلجھایا گیا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید عین قرآنی حقائق کا آئینہ دار ہے۔ بدعات کی شبِ تاریک میں حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تنِ تنہا سنت و ہدایت کی مشعل روشن کی، سلوک و تصوف کے اندر سینکڑوں برس سے جو آلائشیں آگھسی تھیں، اُن سب کو چھانٹ کر ایسا سلوک و تصوف پیش کیا جس کی بنیاد کتاب و سنت پر تھی۔" ؎۲

دوسرے مقام پر موصوف نے حضرت امام ربانی اور مکتوبات شریف کے بارے میں یوں لکھا ہے:۔

"حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی پرواز بہت بلند ہے۔ وہ اشاروں اور نکتوں میں بڑے بڑے عالی مضامین کو سمجھا دیتے تھے۔ اس ملکِ پاک و ہند کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وجود گرامی پر ناز ہونا چاہیئے جس کے اندر اس قسم کا عالی مقام بزرگ پیدا ہوا جس نے از سرِ نو پیغامِ محمدی کی تجدید کی۔" ؎۳

ملک صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مکتوبات کے متعلق ایسے تاثرات پیش کیے ہیں، جن سے وہابیوں کا ان سے کلی اتفاق ظاہر ہوتا اور صورتحال سے بے خبر لوگوں کو یوں محسوس ہونے لگے گا کہ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے وہابیوں کو اتفاق ہے تو وہ اہلسنت کے بزرگ نہیں ہوں گے یا موجودہ اہلسنت نے ہی اپنے مذہب میں کچھ ترمیم و اضافہ کر لیا ہے ورنہ بزرگوں کا مذہب ہی وہابیت ہو گا۔ حالانکہ صورتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ بھی واضح کیا جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

؎۱ تعلیماتِ مجددیہ، مطبوعہ لاہور: ص ۱۹

؎۲ ایضاً ، ص ۴۷

؎۳ ایضاً : ص ۶۵، ۶۶

Marfat.com

مذکورہ جال بیتِ عنکبوت ہے ۔ اگر ملک حسن علی صاحب اور اُن کے یہ تینوں ساتھی اپنے مذکورہ بیانات و اعلانات میں مخلص ہیں اور اِن بیانات کے ذریعے کسی کو دھوکا دینے اور جال میں پھنسانے کا ارادہ نہیں ہے تو کیا ہم اِن حضرات سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ جنابِ والا! غور تو فرمائیے کہ آپ کے ممدوح یعنی حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ تو پکے "سُنّی" اور خالص حنفی تھے۔ مذہب اہلسنت وجماعت ہی کو ناجی گروہ بتاتے اور اس کے علاوہ باقی ہر نئی اور پرانی جماعت کو گمراہ فرقہ شمار کرتے تھے، اِن حالات میں آپ برحق جماعت، ناجی گروہ اور سوادِ اعظم کو چھوڑ کر ایسی جماعت میں کیوں شامل ہیں جس کا سنگِ بنیاد بھی حضرت امام ربّانی کے دو سو سال بعد برٹش گورنمنٹ نے دہلی میں رکھا تھا۔ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو حقانیت کا علمبردار جانتے اور مانتے ہوئے آپ حضرات کا اُن کی جماعت سے علیحدہ رہنا کس وجہ سے ہے؟ حضرت امام ربّانی کی جماعت سے علیحدہ رہتے ہوئے آپ کے مذکورہ بیانات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے؟

قربان جائیں اس فاروقی مجدّدِ اعظم کی مومنانہ فراست پر کہ جہاں آپ نے اپنے وقت کی خرابیوں کا ازالہ کیا، وہاں آنے والے فتنوں کے سدّباب کا اہتمام بھی فرماتے رہے۔ قارئین کرام کی تسکین کے لئے ہم ذیل میں چند ایسے حقائق پیش کرنا چاہتے ہیں جن کی روشنی میں ہر منصف مزاج کو وہابیت اور حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں واضح فرق نظر آنے لگے گا۔ وباللہ التوفیق

(۱)

حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے داؤد ظاہری والے انکارِ تقلید کے فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا، جس کی قیادت آپ کے دور میں مُلّا مبارک ناگوری (المتوفی ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۳ء) اور اُس کے عہدۂ وزارت پر متمکن دو فاضل صاحبزادے کر رہے تھے۔ یعنی ابوالفضل علامی (المتوفی ۱۰۱۱ھ / ۱۶۰۲ء) اور ابوالفیض فیضی (المتوفی

Marfat.com

۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء) ـــــ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں واضح لفظوں میں تقلید آئمہ پر بڑا زور دیا ہے اور اسے ہر خاص و عام کے لئے ضروری ٹھہرایا ہے۔ انصاف کی عینک لگا کر ذرا مکتوبات کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی جائے۔

"ارباب ولایت خاصّہ با عامۂ مومناں در تقلید مجتہداں برابر اند. کشوف والہامات ایشاں را عزیت نمی بخشد واز ربقۂ تقلید نمی برآرد. ذوالنون وبسطامی وجنید وشبلی بازید وعمر وبکر وخالد کہ از عوام مومناں اند در تقلید مجتہداں در احکام اجتہادیہ مساوی اند" [1]

مجتہدین کی تقلید کرنے میں خاص اولیائے کرام بھی عام مسلمانوں کے برابر ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے مکاشفات والہامات کی کوئی برتری نہیں لہٰذا وہ تقلید سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی اور ابوبکر شبلی بھی اجتہادی احکام میں زید وعمر وغیرہ کی طرح مجتہدین کی تقلید کے پابند ہیں۔

جائے غور ہے کہ حضرت ذوالنون مصری (المتوفی ۲۴۵ھ)، حضرت بایزید بسطامی (المتوفی ۲۶۰ھ)، حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۲۸۷ھ) اور حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہم (المتوفی ۳۳۴ھ) جیسے اولیائے کرام بلکہ خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جیسا نابغۂ عصر بلکہ حضرت سیدنا غوثِ اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ (المتوفی ۵۶۱ھ) جیسے اسلام کے مایۂ ناز سپوت اور شہنشاہِ کشورِ ولایت بھی بقول مجدد صاحب، تقلید سے چھٹکارا نہ پا سکے لیکن مبتدعین زمانہ کے عوام و خواص سارے ہی تقلید آئمہ سے آزاد ہو کر اُمتِ مرحومہ کے شیرازے کو منتشر کر رہے ہیں۔ یوں غیر مقلدین حضرات اپنی بے راہ روی سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس روح کو تڑپانے اور آپ کی فاروقی رگ کو حرکت میں لاتے رہتے ہیں۔

افسوس! آئمہ کی تقلید سے انکار کرنے والوں کی نمائش میں ملک حسن علی صاحب نے تعلیماتِ مجددیہ میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ ان حالات میں یہی تو سمجھا جا سکتا ہے کہ ملک صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب میں تعلیمات پیش نہیں کیں بلکہ فتنۂ خارجیت

---

[1] مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مطبوعہ لاہور، ص ۱۷

Marfat.com

کی موجودہ شکل یعنی وہابیت پر مکتوبات امام ربّانی سے مہر تصدیق لگانے کی کارگیری دکھائی ہے۔

سہ دیکھو تو دلفریبیٔ اندازِ نقشِ پا
موجِ خرامِ یار بھی کیا گُل کتر گئی۔

۲

مشہور دیوبندی عالم، مولوی بدرعالم میرٹھی نے حدیث شریف متعلقہ افتراقِ اُمت کا ذکر کر کے اُس پر یوں علمی بحث کی ہے :۔

"امام ترمذی نے حدیث افتراقِ اُمت روایت کرنے والوں میں چار صحابہ کا ذکر کیا ہے جس میں حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمر کی روایت تفصیل کے ساتھ پیش کی ہے اور حضرت سعد اور عوف بن مالک کا صرف حوالہ دے کر چھوڑ دیا ہے۔ پھر اوّل الذکر صحابی کی حدیث پر صحت کا حکم لگایا ہے اور ثانی الذکر کی حدیث کو غریب قرار دیا ہے :۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تفرقت الیھود علی احدٰی وسبعین فرقۃ والنصارٰی مثل ذالك و تفرقت اُمتی علی ثلاث و سبعین فرقۃ	ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہود اکھتّر یا بہتّر فرقوں میں منقسم ہوئے اور نصارٰی بھی اتنے ہی فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

حافظ سخاوی نے بھی مقاصد حسنہ میں اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے اور شیخ محمد طاہر نے تذکرہ الموضوعات میں اسے نقل فرما کر کوئی اختلافِ رائے ظاہر نہیں کیا۔ امام شاطبی نے کتاب الاعتصام میں ابوہریرہ کی روایت پر کئی جگہ صحت کا حکم لگایا ہے (دیکھو جلد ۲، ص ۱۶۳، ۱۷۰، ۲۰۶ اور الموافقات جلد ۲، ص ۷۰) حاکم نے حدیث مذکورہ کو دو جگہ روایت کیا ہے۔

Marfat.com

(مستدرک جلد ۱، ص ۶، ۱۲۸) - ذہبی فرماتے ہیں: علیٰ شرط مسلم یعنی یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔ شارح سفر السعادۃ نے امام ترمذی کے پیش کردہ ناموں پر گیارہ صحابہ کا اور اضافہ کیا ہے:۔ انس، جابر، ابو امامہ، ابن مسعود، علی، عمرو بن عوف، عویمر، ابو داؤد، ابو معاویہ، ابن عمر، واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ــــ اس حدیث کے رواۃ کی تعداد ۱۵ تک پہنچ جاتی ہے۔" [۱]

مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

انّ بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملّۃ وتفترق امتی علیٰ ثلٰث وسبعین ملّۃ کلّھم فی النّار الا ملّۃ واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی۔ [۲]	بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک جماعت کے علاوہ باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔ عرض کی گئی۔ یارسول اللہ! وہ ایک جماعت کونسی ہے؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ مدعیانِ اسلام کی مختلف جماعتوں میں سے ناجی گروہ صرف ایک ہے اور باقی سب گمراہوں کے ٹولے اور جہنم کا ایندھن ہیں۔ ملک حسن علی صاحب کی پیشکش کے مطابق اس بات کا فیصلہ بھی حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے کروا لیتے ہیں کہ موجودہ گروہوں میں سے نجات پانے والی اور برحق جماعت اُن کے نزدیک کونسی ہے۔ چنانچہ آپ اس سلسلے میں یوں فرماتے ہیں:۔

پیغمبر فرمود علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بدرستیکہ بنی اسرائیل ہفتاد و یک فرقہ شدہ بودند کہ ہمہ در نار ند مگر یکے از ایشاں	پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتّر فرقے ہو گئے تھے جو سوائے ایک کے سب جہنمی تھے اور عنقریب

[۱] ترجمان السنہ، جلد اوّل، مطبوعہ دہلی، بار اوّل ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۸ء، ص ۲۱

[۲] مشکوٰۃ المصابیح مع مرآت، جلد اوّل، باب الاعتصام، ص ۱۶۹، ۱۷۰

Marfat.com

و زو واست کہ اُمتِ من بر ہفتاد و سہ فرقہ متفرق شوند کہ ہمہ در آتش باشند مگر یک فرقہ ناجیہ۔ پرسیدند کہ آں فرقۂ ناجیہ کسانند فرمود علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام آنانند کہ باشند بر مثل آنچہ من بر آنم و اصحابِ من بر آنند علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ وآں یک فرقۂ ناجیہ اہلِ سنت و جماعت اند کہ ملتزم متابعتِ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام و متابعتِ اصحابِ آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ اللھم ثبتنا علی معتقدات اہل السنۃ والجماعۃ وامتنا فی زمرتہم واحشرنا معہم"

لہ

میری اُمت تہتر[۷۳] فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوائے ایک ناجی گروہ کے باقی سب فرقے جہنمی ہوں گے۔ عرض کی گئی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم! وہ ناجی گروہ (نجات پانے والی جماعت) کن لوگوں پر مشتمل ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:۔ وہ گروہ اُن لوگوں کا ہوگا جو میری اور میرے صحابہ کی راہ پر چلیں گے۔ اُس ایک نجات پانے والے فرقے کا نام اہلسنت وجماعت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی متابعت اور آپ کے صحابۂ کرام علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کی پیروی کا التزام کرتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اہلسنت وجماعت کے عقائد پر قائم رکھ، اسی پر ہمیں موت آئے اور اُن کے ساتھ ہی ہمیں اٹھانا۔

ملک صاحب! ارشاداتِ نبویہ کے تحت اُمتِ محمدیہ کے تہتر[۷۳] فرقوں میں سے نجات پانے والا اور حقانیت کا علمبردار صرف ایک گروہ ہوگا۔ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے مطابق وہ ناجی فرقہ اہلسنت وجماعت ہے۔ ساتھ ہی آپ نے مجدد صاحب کے دعائیہ کلمات بھی ملاحظہ فرمائے ہوں گے، ذرا واضح الفاظ میں بتائیے کہ کیا آنجناب کو حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فیصلے سے اتفاق ہے۔ ضرور اتفاق کیجئے کیونکہ آپ تو انہیں حکَم منوانے پر زور دے رہے ہیں۔

ملک صاحب! گستاخی معاف، یہاں یہ سوال بھی تو پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ

لہ۔ مکتوباتِ امامِ ربانی، دفتر دوم، حصّہ ہفتم، مطبوعہ لاہور، ص ۵۶، ۵۷

59705

Marfat.com

تعلیماتِ مجددیہ کی حقانیت پر یقین رکھتے ہیں اور ان تعلیمات کو حکم بنانے اور اپنانے کی دوسروں کو دعوت دیتے ہیں تو آپ کو خود اِن تعلیمات سے اتنا عناد کیوں ہے کہ مجدد صاحب کے بتائے ہوئے ناجی گروہ میں شامل ہونا آج تک منظور نہیں ہوا بلکہ بموجب احادیث جہنمی فرقے میں شامل ہونے کا تکلف فرمایا ہوا ہے؟ آخر ایسی رکاوٹ کونسی ہے جو آپ کے مجدد صاحب کے بتلائے ہوئے ناجی گروہ میں شامل نہیں ہونے دیتی؟

بھلانے پہ بھی قصۂ عہد ماضی
بُھلایا نہ جائے گا تم سے نہ ہم سے

ملاحظہ تو فرمایئے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سلسلے میں یہ بھی فرمایا ہے:۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافقِ اجتہادِ امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید ایں مذہب خواہد کرد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ شانِ اُو علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ازاں بلند تراست کہ تقلیدِ علمائے اُمت فرماید۔ بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ می شود کہ نورانیتِ ایں مذہب حنفی بنظرِ کشفی در رنگِ دریائے عظیم می نماید و سائر مذاہب در رنگِ حیاض وجداول بنظر می درآیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید۔ سوادِ اعظم از اہلِ اسلام متابعانِ ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان وایں مذہب باوجود کثرتِ متابعان در اصول و فروع

نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے یعنی حضرتِ روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ یوں نہ سمجھیے کہ وہ اس مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان (بوجہ پیغمبری) اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ وہ علمائے اُمت میں سے کسی کی تقلید کریں۔ تکلف و تعصب سے بالاتر ہو کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کشف کی نظر سے دیکھا جائے تو مذہب حنفی ایک دریائے عظیم نظر آتا ہے جبکہ دوسرے مذاہب حوضوں اور نالیوں کے مانند دکھائی دیتے ہیں۔ ظاہری حالات میں بھی یہی نظر آرہا ہے کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم (سب سے بڑی جماعت)

٢٥٤٩٤٥

Marfat.com

از سائر مذاہب متمیز است و در استنباط طریق علیحدہ دارد و ایں معنی مبنی از حقیقت است عجب معاملہ است امام ابوحنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است ۔ ؎

امام ابوحنیفہ کے پیروکاروں پر مشتمل ہے ۔ اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہو۔ یہ مذہب پیروی کرنے والوں کی کثرت کے علاوہ اصُول و فروع میں دیگر تمام مذاہب سے ممتاز ہے اور استنباطِ مسائل میں اس کا طریقہ ہی جُدا ہے اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے ۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت کی پیروی میں دیگر سارے آئمہ سے آگے ہیں ۔

حنفی مذہب کے بارے میں حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات تو یہ ہیں۔ اِس زندہ حقیقت کے باوجود ملک صاحب اِس حنفی مذہب کو چھوڑ کر ناجی گروہ اہلسنت وجماعت سے منہ موڑ کر غیر مقلدین کے نوزائیدہ گروہ میں شامل ہیں۔ شاید ملک صاحب کے نزدیک مخالف اور موافقت ایک ہی چیز کے دو نام ہوں گے اور اسی لئے انہوں نے تعلیماتِ مجددیہ کے صفحہ ۲۸۰ پر "شیخ مجددی امام ابوحنیفہ سے بے پناہ عقیدت" کی سُرخی جما کر مکتوبات شریف کی ایسی متعدد عبارتیں پیش کی ہیں جن میں حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ) کی تعریف فرمائی اور حنفی مذہب کو سراہا ہے۔ اُن پیش کردہ عبارتوں کا ماحصل یہ ہے :۔

۱۔ فقہ کے بانی اور صاحبِ خانہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ۔
۲۔ فقہ سے تین چوتھائی حصّہ آپ نے اور باقی ایک چوتھائی دیگر فقہا نے پایا ہے ۔
۳۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام فقہا امام ابوحنیفہ کی اولاد ہیں ۔
۴۔ امام ابوحنیفہ نے ورع و تقویٰ اور سنت کی پیروی کے باعث اجتہاد و استنباطِ مسائل میں وہ مرتبہ حاصل کیا ہے جس کو دوسرے حضرات سمجھ بھی نہیں سکتے ۔
۵۔ حنفی مذہب سنت کی پیروی میں جملہ مذاہب (شافعی، مالکی، حنبلی) سے آگے ہے ۔

؎ مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مطبوعہ لاہور، ص ۱۵

Marfat.com

۶۔ امام ابو حنیفہ دین کے امام اور سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

۷۔ امام ابو حنیفہ اور اُن کے ساتھیوں کو اصحاب رائے کہنے والے آپ کی فہم و فراست کو سمجھنے سے قاصر رہ گئے۔

۸۔ آپ پر اعتراض کرنے والے جاہل یا زندیق ہیں۔ اُن پر ہزار بار افسوس۔

مکتوبات امام ربانی سے اس مفہوم کی عبارتیں نقل کرنے کے باوجود ملک صاحب حنفیت سے گریزاں اور ناجی گروہ اہلسنت و جماعت سے نالاں ہو کر غیر مقلدین کی مٹھی بھر جماعت میں شاداں و فرحاں ہیں۔ اسے کہتے ہیں یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ یعنی ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور ——— بہر حال دلوں کا بدلنا تو اُس ذات باری تعالیٰ کے قبضے میں ہے جو مقلب القلوب ہے۔ احقر کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بھولے بھٹکے راہیوں، کلمہ طیبہ کے ہمراہیوں کو راہِ ہدایت پر آنا نصیب فرمائے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر قائم رکھے، آمین ——— ہاں ملک صاحب سے یہ گزارش ضرور کروں گا:۔

؎ دو رنگی چھوڑ دے، یک رنگ ہو جا
سراسر موم بن یا سنگ ہو جا

(۳)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تو نجاتِ اُخروی کو عقائد اہلسنت اختیار کرنے پر موقوف بتاتے ہیں جیسا کہ اپنے مکتوبات میں انہوں نے جا بجا تصریح بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر انہوں نے اس امر کی یوں تلقین فرمائی ہے:۔

زنہار بکشوفاتِ خیالی و ظہور صور مثالی اعتقاداتِ مقررہ اہلسنت و جماعت را شکر اللہ تعالیٰ سعیھم از دست ندہند و بخواب و خیالِ خود مغرور نشوند کہ نجات بے متابعت

خیالی مکشوفات اور مثالی صورتوں کے دیکھنے کی بنا پر اہلسنت و جماعت کے مقررہ عقائد کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ بزرگانِ اہلسنت کی مساعئ جمیلہ کو قبول فرمائے

Marfat.com

ایں فرقۂ ناجیہ متصور نیست خوش طبعیہا را موقوف داشتہ اگر آرزو ہائے نجات دارند بجان و دل در اتباعِ ایں بزرگواراں کوشند۔ ؎

اور اپنے خواب و خیال پر نازاں نہ ہو کیوں کہ اس فرقہ ناجیہ کی پیروی کے بغیر نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نجات کے خواہشمند ہیں تو خوش فہمی کو چھوڑ کر بزرگانِ اہلسنت و جماعت کے اتباع میں کوشاں رہیں۔

ملک صاحب! کیا آنجناب نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی تصریحات پر عمل کرتے ہوئے اپنے اہلحدیث، دیوبندی، نیچری اور جماعتِ اسلامی والے رنگ برنگے وہابیوں کو فہمائش کی ہے کہ اے ہمارے دینی اور یقینی بھائیو! ہم سب کو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر نجات کی ضرورت ہے تو اہلسنت و جماعت کے جس ناجی گروہ، برحق جماعت سے ہم یا ہمارے بڑے بوڑھے نکل کر بھاگے تھے اور اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجدِ ضرار بنا کر، اپنی بے راہ روی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے عوام الناس کی آنکھوں میں یوں دھول جھونکتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں کی اصلی اور قدیمی جماعت کو بریلوی فرقہ اور اُس کے افراد کو مشرک اور بدعتی بتاتے رہتے ہیں۔ اب ہمیں اِن نازیبا حرکتوں، ایسے ٹوٹکوں سے باز آجانا چاہیئے۔ اپنے ناجی گروہ میں پھر شامل ہو جانا چاہیئے۔ ناجی گروہ کی جمعیت کو منتشر کرنے کے بجائے اِسے مجتمع کرنے میں ہم سب کا فائدہ ہے۔ ورنہ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً کے مصداق بننے سے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا ——

کیوں جناب ملک صاحب! کیا اہلسنت و جماعت سے بغاوت کر کے اپنی اپنی ڈفلی بجانے اور اپنا اپنا راگ الاپنے والوں کی فہمائش میں آنجناب نے اپنی ضخیم کتاب کے اندر تعلیماتِ مجددیہ کی روشنی میں ایک لفظ بھی لکھا ہے؟ کیا ملک صاحب ایسا ایک لفظ بھی نہ لکھنے کی معقول وجہ ہمیں بھی سمجھائیں گے؟ —— افسوس!

؎ دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

؎ مکتوباتِ امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، مطبوعہ لاہور، ص ۹۴

Marfat.com

④

جھوٹ بولنا ہر عاقل کے نزدیک عیب اور نقص ہے۔ خدائے سبوح و قدوس یقیناً ہر عیب اور نقص سے پاک اور منزّہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی باری تعالیٰ سبحانہٗ کی تنزیہ و تقدیس کے بارے میں واضح تصریحات فرمائی ہیں۔ چنانچہ ایک مکتوب گرامی میں آپ نے فرمایا ہے:-

جناب قدس خداوند جلّ سلطانہٗ از جمیع صفاتِ نقص و سماتِ قصور منزّہ و مبّرا باید دانست۔ [1]	اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو نقص کی تمام صفات اور کمی کی تمام نشانیوں سے منزّہ اور مبّرا سمجھنا چاہیئے۔

دوسرے مقام پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو بزرگ صاحبزادوں یعنی خازن الرحمت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۰ھ) اور عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۹ھ) کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے صفاتِ باری تعالیٰ سبحانہٗ کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی ہے:-

در صفات واجبی جلّ شانہ از اطلاق لفظِ امکان تحشی باید نمود کہ موہم حدوث است و صفات اللہ قدیم اند۔ [2]	اللہ جل شانہٗ کی صفات جو کہ واجب ہیں ان میں امکان کے لفظ سے بچنا چاہیئے کیونکہ اس سے صفاتِ الٰہیہ کے حادث ہونے کا وہم پیدا ہوتا ہے حالانکہ وہ قدیم ہیں۔

ایک اور مقام پر خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے تلقین فرماتے ہیں کہ:-

از اطلاق لفظِ امکان در صفاتِ قدیمہ تحاشی لازم است کہ موہم حدوث است و	صفاتِ باری تعالیٰ سبحانہٗ قدیم ہیں۔ ان پر امکان کا اطلاق کرنے سے بچنا ضروری ہے

---

[1] مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، ص ۱۸۰

[2] مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، ص ۱۷۷

Marfat.com

مناسب آنجا اطلاقِ وجوب است [1]	کیونکہ اس سے حادث ہونے کا شبہ گزرتا ہے اور یہاں وجوب کا اطلاق ہی مناسب ہے،

ملک صاحب! جب آپ تعلیماتِ مجدّدیہ پیش کرنے ہی نکلے تھے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اِن تصریحات کے پیشِ نظر اُن لوگوں کو سمجھاتے جو امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا ناپاک اور خلافِ اسلام عقیدہ رکھتے ہیں اور مکتوبات کی روشنی میں انہیں یوں فہمائش کرتے کہ بھائیو!

اوّلاً ۔ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے کذب (جھوٹ) کا امکان بتاتے ہیں۔ حالانکہ جھوٹ تمام عقلاء کے نزدیک عیب ہے۔ تو جس کی صفت عیب اس کی ذات عیبی اور عیبی خدا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھ کر آپ الوہیت کے منکر کیوں بنتے ہیں؟

ثانیاً ۔ جھوٹ نقص ہے اور جب خدا کی صفات میں جھوٹ شامل ٹھہرا تو ذات ناقص ہوئی اور ناقص خدا نہیں ہوسکتا۔ بایں طور بھی یہ عقیدہ انکار الوہیت کا پیش خیمہ بنتا ہے۔

ثالثاً ۔ آپ حضرات کذب کو اللہ تعالیٰ کے لئے ممکن بتلاتے ہیں تو یہ اس کی صفت ہوئی۔ جب اُس کی صفت ممکن تو ذات بھی ممکن ہوئی۔ لیکن ہر ممکن حادث ہوتا ہے اور حادث خدا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یوں بھی اِس عقیدے میں الوہیت کا انکار پنہاں ہے۔

رابعاً ۔ جب آپ کے نزدیک کذب تحت قدرتِ الٰہیہ ہے تو یہ اُس کی صفت ہوئی۔ دریں حالات ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے صدق کا امتناع لازم آئیگا کیونکہ اجتماعِ ضدّین محال ہے۔ اِس صورت میں کلامِ الٰہی اور شریعتِ مطہرہ کے سچّا ہونے کی آپ حضرات کے نزدیک کیا صورت ہوگی؟ پھر کس منہ سے آپ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا اور وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا پڑھیں گے؟

ملک صاحب! آپ اُن لوگوں کو تعلیماتِ مجدّدیہ کے تحت اسی طرح سمجھاتے نیز اُن کی جو کتابیں امکانِ کذب کا سبق پڑھا رہی ہیں جیسے یکروزی، براہین قاطعہ، تقدیس القدیر

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی، دفتر سوم، حصّہ نہم، ص ۳

Marfat.com

فتاوی رشیدیہ، الجہد المقل، نصرتِ آسمانی، توضیح البیان، معرکۃ القلم، الشہاب الثاقب، سیف یمانی اور چراغِ سنت وغیرہ اُن کے مصنفین یعنی مولوی محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) مولوی رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) مولوی خلیل احمد انبھٹوی (المتوفی ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۴ء) مولوی محمود حسن چاند پوری (المتوفی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) مولوی عبدالشکور لکھنوی (المتوفی سنہ ھ/سنہ ء) مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی (المتوفی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء) مولوی حسین احمد ٹانڈوی (المتوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) مولوی محمد منظور نعمانی اور مولوی فردوس علی قصوری وغیرہ حضرات کی عقیدت کا دم بھرنے والوں کو سمجھاتے کہ اے مکذبینِ باری تعالیٰ! آپ یہ کیا بس بو رہے ہیں؟ کیوں اپنے ظاہری ایمان کی لٹیا مشرکینِ ہند کی گنگا میں ڈبو رہے ہیں؟ مسلمان بننا منظور ہے تو تعلیماتِ مجددیہ کی روشنی میں امکانِ کذب کے باطل عقیدے سے توبہ کرکے باری تعالیٰ سبّوح وقدوس کیلئے صدق کو واجب اور کذب کو محال مانیے ورنہ دریں حالات تو آپ توحید کا خالی ڈھول پیٹتے ہوئے اپنے منکرِ الوہیت ہونے کا ثبوت ہی پیش کر رہے ہیں —— اور بے شک انہیں یہ سُنا دیتے :- ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ ست با تو می گویم
تو از سخنم خواہ پند گیر و خواہ ملال

کیوں ملک صاحب! کیا آپ نے تعلیماتِ مجددیہ کے تحت مکذبینِ باری تعالیٰ کو ذرا بھی فہمائش کی؟ اگر ایک لفظ بھی نہیں کہا تو اتنا ہی بتا دیجئے کہ حق بات کہنے سے آپ کے قلم کو کس نے روکا؟ کیا یہ کوئی فروعی مسئلہ ہے؟ کیا خدا کو سچا یا جھوٹا ماننا ایسا ہی سہل معاملہ ہے جیسے کسی نے نماز میں اونچی آواز سے آمین کہہ لی اور دوسرے نے آہستہ۔ آخر قیامت ضرور آئے گی۔ دادرِ محشر کی بارگاہ میں پیش بھی ہونا پڑیگا۔ جب پروردگار پوچھے گا کہ تم تعلیماتِ مجددیہ بیان کرنے بیٹھے تو مجددِ اعظم کے ناجی گروہ پر تو برستے رہے لیکن تعلیماتِ مجددیہ کی مخالفت کرنے والوں کو کیوں نہ سمجھایا؟ ملک صاحب! ؎

جب سرِ محشر وہ پوچھے گا بلا کے سامنے
کیا جوابِ جرم دو گے تم خدا کے سامنے

Marfat.com

⑤

قارئین کرام! آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف کی دو عبارتیں ابھی ملاحظہ فرمائی ہیں جن میں حضرت امام ربانی نے صفاتِ باری تعالیٰ سبحانہٗ کو واجب بتایا ہے۔ اہلسنت وجماعت کا ہمیشہ سے عقیدہ بھی یہی ہے۔ لیکن اس کے برعکس بانیٔ وہابیت مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے مسئلہ علمِ غیب کے تحت صفاتِ باری تعالیٰ کو تحتِ قدرت بتاتے ہوئے یوں لکھا ہے۔

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو، جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے، کسی نبی اور ولی کو، جن اور فرشتے کو، پیر اور شہید کو، امام اور امام زادہ کو، بھوت اور پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی۔" [1]

مذکورہ عبارت کے خط کشیدہ الفاظ خصوصاً قابلِ غور ہیں۔ موصوف نے اللہ تعالیٰ کی یہ شان بتائی ہے کہ غیب کا دریافت کر لینا اُس کے اختیار میں ہے، جب چاہتا ہے دریافت کر لیتا ہے ——— اس سے یہی نتیجہ تو سامنے آتا ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کو مصنف تقویۃ الایمان واجب نہیں جانتے۔ اگر وہ بھی مسلمانوں کی طرح وجوب کے قائل ہوتے تو اللہ تعالےٰ پر دریافت کرنے کی تہمت کبھی نہ لگاتے۔

علاوہ بریں موصوف نے صفتِ باری تعالےٰ کو تحتِ قدرت بتایا اور مشیت پر موقوف کیا ہے۔ گویا اللہ تعالےٰ چاہے تو کسی بات کو دریافت کر لے اور نہ چاہے تو بے خبر ہی رہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ حضرت مجدد الف ثانی اور دیگر اکابر اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی واضح تصریحات کے مطابق جو تحتِ قدرت ہو وہ حادث یعنی فانی ہے۔ اسی طرح امام الوہابیہ کی تصریح کے مطابق صفاتِ الٰہیہ کا فانی ہونا لازم آیا اور جس کی صفات فانی ہوں وہ خود

---

[1] تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، بار سوم، ۱۹۷۱ء، ص ۵۳، ۵۴۔

Marfat.com

بھی فانی ہوتا ہے اور جو فانی ہو وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔ یوں امکانِ کذب کی طرح یہ عقیدہ بھی انکارِ الوہیت کا پیش خیمہ ہے ــــ دوسرے مقام پر یہی توجیہ کے ڈھنڈورچی صاحب شرک کی تعریف میں دھاندلی کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

" اللہ کا سا علم اَور کو ثابت کرنا، سو اِس عقیدے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے، خواہ پیر اور شہید سے، خواہ امام اور امام زادے سے، خواہ بھوت اور پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اِس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے"[1]

کسی کو اپنی ذات سے علم مانا جائے یا اللہ کے دینے سے موصوف نے ان دونوں قسم کے علوم (ذاتی و عطائی) کو اللہ کا سا علم اور شرک بنایا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کا علم بھی کیا موصوف کے نزدیک کسی کا عطا کیا ہوا ہے؟ ورنہ جب کسی ہستی کے لیے اللہ تعالےٰ کی عطا سے علم مانا تو قطع نظر اس کے کہ وہ ثابت ہے یا نہیں، لیکن شرک کیسے ہو گیا؟ ــــ اسی اپنے عقیدے کو موصوف نے تصرف کے تحت یوں دہرایا ہے:

اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ وہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔[2]

... صاحب آپ کو چاہیے تھا کہ تعلیماتِ مجددیہ میں اس موضوع پر بھی لکھتے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جن عبارتوں میں صفاتِ باری تعالیٰ کے واجب ہونے کی تصریح فرمائی ہے انہیں پیش کر کے مجدد صاحب کی مخالفت

---

[1] تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور۔ بار سوم، ۱۹۷۱ء، ص ۵۳، ۵۴

[2] ایضاً ص ۳۶

Marfat.com

ات الٰہیہ کو تحتِ قدرت اور عطائی ٹھہرانے والے مولوی محمد اسمٰعیل
می تعلیمات سے بچنے کی تلقین فرماتے۔ معلوم نہیں کس مصلحت نے
آپ کے منہ پر ...ہ بٹھا دیا کہ اس بارے میں آپ ایک لفظ بھی لکھنے کی جرأت نہ
کر سکے حالانکہ موجودہ اہلسنت و جماعت اور ان کے اکابر پر آپ خوب برستے
رہے ہیں۔ ؎

خیال خاطرِ احباب چاہیئے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو !

(۶)

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوباتِ عالیہ میں ذات و
صفات باری تعالیٰ سبحانہٗ کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے :۔

اُو تعالیٰ از صفات ولوازمِ جواہر و اجسام و اعراض منزہ است زمان و مکان وجہت را در حضرتِ اُو تعالیٰ گنجائش نیست۔ اینہا ہمہ مخلوقِ اُویند۔ بے خبر باشد کہ اُو را سبحانہٗ فوق العرش خواند و جہتِ فوق اثبات کند عرش و ماسوائے آں ہمہ حادث اند و مخلوق او بند تعالیٰ۔ مخلوق و حادث راچہ مجال کہ مکان خالقِ قدیم گردد و مقرِ او شود۔ [1]	اللہ تعالیٰ جوہر و جسم و عرض کی صفات سے منزّہ ہے۔ زمان و مکان وجہت کے لیے اُس تک رسائی کی گنجائش کہاں ؟ یہ سب اُس کی مخلوق ہیں۔ بے خبر ہو گا جو اُسے عرش کے اُوپر بتائے اور جہتِ فوق کا اثبات کرے عرش اور اس کے ماسوا سب حادث اور اس کی مخلوق ہیں۔ مخلوق اور حادث کی کیا مجال کہ خالقِ قدیم کا مکان اور ذاتِ باری تعالیٰ کی قرارگاہ بن سکیں۔

[1] مکتوباتِ امام ربانی، مطبوعہ لاہور، دفتر دوم، حصہ ہفتم، ص ۴۶

Marfat.com

خانِ جہاں کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس بارے میں اہلسنت وجماعت کے عقیدے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے:-

او تعالیٰ جسم و جسمانی نیست، طویل و عریض نیست، دراز و کوتاہ نیست، پہن و تنگ نیست، بلکہ واسع است نہ بآں وسعت کہ بفہمِ ما درآید۔ محیط است نہ بآں احاطہ کہ مدرکِ ما شود۔ قریب است نہ بآں قرب کہ متعقّلِ ما گردد و باماست نہ بمعیتِ متعارفہ۔ ایمان آریم کہ واسع است و محیط است و قریب است و باماست امّا کیفیتِ ایں صفات را ندانیم کہ چیست و ہرچہ دانیم کہ قدمے در مذہبِ مجسّمہ دارد۔ [1]

اللہ تعالیٰ نہ جسم و جسمانی ہے، نہ جوہر و عرض ہے، نہ محدود و متناہی ہے، نہ طویل و عریض ہے، نہ دراز و کوتاہ ہے، نہ وسیع اور تنگ ہے، بلکہ وہ واسع ہے، لیکن ایسی وسعت کے ساتھ نہیں جو ہماری سمجھ میں آسکے، وہ محیط ہے لیکن ایسے احاطے کے ساتھ نہیں جس کا ہم ادراک کرسکیں۔ وہ قریب ہے لیکن ایسے قرب کے ساتھ نہیں جو ہماری عقل میں آئے وہ ہمارے ساتھ ہے لیکن ہماری جانی ہوئی معیت کے ساتھ نہیں۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ واسع محیط قریب اور ہمارے ساتھ ہے لیکن ان صفات کی کیفیت کو نہیں جانتے کہ کیا ہے اور جو ہم جانتے ہیں، وہ مجسمہ کے مذہب میں قدم رکھتا ہے

---

[1] مکتوباتِ امام ربّانی، دفتر دوم، حصّہ ہفتم، ص ۴٦، ۴٧

Marfat.com

اسی مکتوب گرامی کے اندر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے رویت باری تعالیٰ کے متعلق اسلامی عقیدہ بیان کیا اور منکرین کی حالت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

دیدن مومناں مر حضرت حق سبحانہ را در بہشت بے جہت و بے مقابلہ و بے کیف و بے احاطہ حق است۔ ایمان آریم بایں رویت اخروی بہ کیفیت آں مشغول نشویم۔ زیرا کہ رویت او تعالیٰ بے چون است و دریں نشاۃ حقیقت آں بر ارباب چون ظاہر نشود و غیر از ایمان نصیب ایناں نبود۔ واے بر فلاسفہ و معتزلہ و سائر فرق مبتدعہ کہ از حرمان و کوری انکار رویت اخروی نمانند و قیاس غائب بر شاہد کنند و بدولت ایمان آں ہم مشرف نہ گردند۔ [1]

اہل ایمان کا اللہ تعالیٰ کو بہشت میں بے جہت، بے مقابلہ، بے کیف اور بے احاطہ کے دیکھنا برحق ہے ہم اس اُخروی رویت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کے پیچھے نہیں پڑتے۔ رویت باری تعالیٰ کا عقیدہ شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس جہان فانی والوں پر اس کی حقیقت ظاہر نہیں فرمائی گئی اور ایمان کے بغیر اُن کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا بھی نہیں۔ فلاسفہ، معتزلہ اور سارے جدید فرقوں پر افسوس ہے کہ حرماں نصیبی اور کور چشمی سے اُخروی رویت کا انکار کر دیتے ہیں اور غائب کو موجود پر قیاس کر کے ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ان واضح تصریحات اور اہلسنت و جماعت

---

[1] مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم، ص ۴۶/۴۷

Marfat.com

کے اجتماعی عقیدے کے خلاف متحدہ ہندوستان میں سب سے پہلے امام الوہابیہ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے آواز بلند کی۔ چنانچہ موصوف نے اس سلسلے میں اپنے خاندان اور اپنی سابقہ جماعت کے خلاف یہ عقیدہ ظاہر کیا:

بایددانست کہ مسئلہ وحدتِ وجود و
شہود و مبحثِ تنزلاتِ خمسہ و صادرِ
اوّل و تجدّد و امثال و کون و بروز
و امثال آں از مباحثِ تصوّف
ہمچنیں مسئلہ تجرد و واجب و
بساطتِ اُو تعالیٰ بحسبِ ذہن
یعنی از زمان و مکان و جہت و
ماہیت و ترکیب عقلی و مبحثِ
عینیہ و زیادتِ صفات و تاویلِ
متشابہات و اثبات رویت
بلاجہت و محاذات . . . . .
. . . ہمہ از قبیلِ بدعاتِ حقیقیہ
است۔ اگر صاحبِ آں اعتقاداتِ
مذکورہ را از جنسِ عقائدِ دینیہ
می شمارد۔ ؎

جاننا چاہیئے کہ وحدتِ وجود و
شہود کا مسئلہ اور تنزلاتِ خمسہ
کا ذکر اور صادرِ اوّل کا نیز تجدّد و
امثال اور کون و بروز اور اسی
کے مانند تصوف کی بحثیں اور اسی
طرح اللہ تعالےٰ کے مجرد، واجب
اور بسیط ہونے کو اپنے ذہن کے
موافق سمجھنا یعنی یا یہ سمجھنا اللہ تعالیٰ
کو زمان و مکان اور جہت و ماہیت و
ترکیب عقلی سے اور اُس کی
صفات کے عین ہونے یا ذات پر
زائد ہونے کی بحثیں نیز متشابہات
کی تاویل اور بلاجہت و محاذات
کے رویت . . . . یہ سب حقیقی
بدعتوں کی قسم سے ہیں جبکہ مذکورہ
بالا عقیدوں کا رکھنے والا انہیں دینی
عقائد شمار کرتا ہو۔

ملک صاحب! تعلیماتِ مجددیہ کے صفحہ ۸۸ پر آپ نے بھی مجدّد صاحب کے

؎ ایضاح الحق، مطبوعہ دیوبند ص ۴۴، ۴۵

Marfat.com

نظریہ وحدت الشہود پر نہ صرف بحث کی بلکہ اس کی تحسین فرمائی ہے۔ لیکن آنجناب کے امام الطائفہ تو اسے بھی بدعت حقیقیہ بتا رہے ہیں۔ کیا اُن کا ایٹمی حکم آپ پر لاگو ہوجائے گا یا نہیں؟ نیز جب آپ تعلیماتِ مجددیہ کا درس دینے نکل ہی کھڑے ہوئے تو کلیجے پر پتھر رکھ کر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات کو بدعات حقیقیہ قرار دینے والوں کی نشان دہی تو فرما دیتے اور اپنے دینی بھائیوں کو سمجھاتے کہ دوستو! قاضی ابویعلیٰ (المتوفی ۴۵۷ھ)، علامہ ابنِ حزم اندلسی (المتوفی ۴۵۶ھ)، علامہ ابنِ تیمیہ حرانی (المتوفی ۷۲۸ھ)، علامہ ابنِ قیم (المتوفی ۷۵۱ھ)، محمد بن عبد الوہاب نجدی (المتوفی ۱۲۰۶ھ) اور مولوی اسمٰعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ) کے نظریات سے دُور رہنا کیونکہ یہ حضرات اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات کو چھوڑ کر، تعلیماتِ مجددیہ سے منہ موڑ کر خوارج، مجسمہ اور معتزلہ کے ہمنوا بن گئے تھے۔ اسی لیے یہ باری تعالیٰ سبحانہٗ کے لیے تجسیم و تشبیہ اور زمان و مکان و جہت کے قائل و مبلغ ہوگئے تھے۔ اور رویتِ باری تعالیٰ کا انکار کرکے تعلیماتِ مجددیہ کے تحت "بدولتِ ایمان آں ہم مشرف نہ گردند" کے مصداق ہوگئے تھے۔ پس آپ حضرات کو چاہیئے کہ ان علماء کی موافقت و عقیدت سے کنارا کش ہوکر، ان کے بتائے ہوئے مسائلِ الٰہیات سے توبہ کرکے اہلسنت و جماعت کے عقائد کو اپنایا جائے کیونکہ ہم سب کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ڈنکے کی چوٹ بتا دیا ہے کہ:

بمقتضائے آرائے صائبہ اہلسنت و جماعت کہ فرقہ ناجیہ اند۔ نجات بے اتباعِ ایں بزرگواراں متصور نیست و اگر سرِ مو مخالفت است، خطر در خطر است۔ ایں سخن بکشفِ صحیح و الہامِ صریح

ناجی گروہ اہلسنت و جماعت کے صائب عقیدوں کے مطابق اپنے عقائد رکھنے چاہئیں۔ بزرگانِ اہلسنت کی پیروی کے بغیر نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر ان کے عقائد سے بال برابر بھی اختلاف

Marfat.com

نیز بہ یقین پیوستہ است احتمال تخلف ندارد۔ [1]	رکھا تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات صحیح کشف اور صریح الہام سے یقین کی حد تک پہنچا ہے اور اس کے خلاف واقع ہونے کا احتمال نہیں ہے

کیوں ملک صاحب! اکابر اہلسنت اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے عقیدوں کی مخالفت کرنے والوں کو تعلیماتِ مجددیہ پیش کرتے وقت سمجھانا چاہیئے تھا یا نہیں؟

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

(۷)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو گمراہوں اور گمراہ گروں کے شر سے محفوظ رکھنے کی خاطر صاف صاف بتادیا کہ اکابر اہلسنت نے کتاب و سنت کے جو مفہوم و معانی بتائے وہی قابلِ اعتماد ہیں اور دوسرے لوگوں نے اس سلسلے میں جو بھی کہا ہے وہ قطعاً ناقابلِ یقین ہے۔ مسلمانوں کی خیرخواہی کے اس حق کو آپ نے ان لفظوں میں ادا کیا ہے:

از علومیکہ از کتاب و سنت مستفاد اند ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگواراں از کتاب و سنت اخذ کردہ اند و فہمیدہ زیرا کہ ہر مبتدع و ضال عقائدِ فاسدۂ	جو علوم و مطالب کتاب و سنت سے مستفاد ہیں، اُن میں سے وہی باتیں معتبر ہیں جو علمائے اہلسنت نے کتاب و سنت سے اخذ کیں اور سمجھی ہیں۔ ورنہ یوں تو ہر مخالفِ

[1] مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل حصہ دوم، ص ۴۸

Marfat.com

خود را از کتاب و سنت اخذ میکنند پس ہر معنی از معانی مفہومۂ از بہا معتبر نباشد۔[1]	اہلسنت اور گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کو قرآن و حدیث ہی سے اخذ کرتا ہے لیکن اُن کے سمجھے ہوئے مفہوم و مطالب ناقابلِ اعتبار ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے گمراہ گری کے سیلاب کی روک تھام کے لیے جو بند باندھا تھا، اُسے توڑنے، مسلمانوں کو زمرۂ اہلسنت و جماعت سے نکالنے اور فرقہ سازی کی مہم کو تیز تر کرنے کی خاطر تیرہویں صدی میں مسلمانوں کو پہلی دفعہ یہ پٹی پڑھانے کی کوشش کی گئی تھی:

"اِس زمانے میں دین کی باتوں میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کوئی پہلوں کی رسموں کو سند پکڑتے ہیں، کوئی مولویوں کی باتوں کو، جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں۔ ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھیے، اُس کی سند پکڑیئے، اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اُس کے موافق ہو قبول کیجئے۔"[2]

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی چونکہ مسلمانوں کے ناجی گروہ اہلسنت و جماعت سے بغاوت کرکے اپنا محمدی گروہ علیحدہ بنا چکے تھے، لہٰذا بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنی جماعت میں ملانے کی خاطر انہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ لوگوں کا اکابر اہلسنت پر جو اعتماد ہے وہ اُٹھا یا جائے، عوام کا علمائے کرام سے رشتہ منقطع کیا جائے۔ اسی لیے موصوف نے اکابر اہلسنت کے کتاب و سنت سے سمجھے ہوئے مفہوم و مطالب کو ناقابلِ یقین باور کروانے کی غرض سے عام مسلمانوں کو تلقین کی کہ یہ ذہن

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی، دفتر اوّل، حصہ دوم، ص ۹۴

[2] تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ص ۲۵، ۲۶۔

Marfat.com

کی تیزی سے نکالی ہوئی باتیں، بزرگوں اور مولویوں کے قصے اور اگلوں کی رسمیں ہیں۔ لہٰذا انہیں چھوڑ کر قرآن و حدیث سے خود مسائل اخذ کیجیے۔ اپنی اندھی تحقیق کے سوا اور کسی بڑے سے بڑے غوّاص کی تحقیق پر بھی یقین نہ کیجیے ــــ ان حالات میں خدشہ تھا کہ شاید کوئی یہ پوچھ بیٹھے کہ مولوی صاحب! کہاں زید و عمر اور کہاں اللہ و رسول کے کلام کا سمجھنا! یہ کیا خبط بے ربط ہے؟ چنانچہ اس خطرے کی پیش بندی کرتے ہوئے موصوف نے عوام الناس کو یوں کلوروفارم سنگھانا شروع کر دیا تھا۔

"یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیے، ہم کو وہ طاقت کہاں کہ اُن کا کلام سمجھیں ..... بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں جن پر چلے جاتے ہیں، سو یہ بات بہت غلط ہے۔ اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف اور صریح ہیں، ان کا سمجھنا مشکل نہیں۔" [1]

اسی سلسلے میں موصوف نے سورہ جمعہ کی آیت هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ ..... پیش کرکے یہ بھی لکھا ہے:

"سو جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یوں کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا ..... اُس نے اس آیت کا انکار کیا۔" [2]

موصوف نے عوام الناس کو مسلمانوں کے ناجی گروہ اہل سنت و جماعت سے نکالنے، اکابر اہلسنّت سے بدظن کرنے، تعلیماتِ محمدیہ کو پسِ پشت ڈالنے اور خود اپنے خاندانی بزرگوں، اپنے ہی آباد و اجداد یعنی شاہ عبد الرحیم محدّث دہلوی، (المتوفی ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء)، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء)، شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) اور

---

[1] تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ص ۲۶۔
[2] ایضاً : ۲۰

Marfat.com

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) رحمۃ اللہ علیہم کے راستے سے منحرف کرنے کی خاطر یہ تلقین بھی کی ہے:

"... ہر خاص و عام کو چاہیئے کہ اللہ اور رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں۔ اُسی کو سمجھیں، اُسی پر چلیں اور اُسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں" ¹

ملک صاحب! چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ تعلیماتِ محبّذریہ میں مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے متبعین کو سمجھاتے کہ مسلمانوں کے ناجی گروہ اہلسنت وجماعت سے باغی ہو کر اُمتِ محمدیہ کے شیرازے کو منتشر کرنا، اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانا اور اپنی اپنی ڈفلی بجانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ نیز یہ بھی تلقین فرماتے کہ دوستو! اکابرِ اُمت، ملتِ اسلامیہ کے مایۂ ناز فرزندوں اور کتاب و سنت کے غوّاصوں کے بتائے ہوئے مفہوم و مطالب کو ناقابلِ اعتبار شمار کرکے قرآن و حدیث کے معانی کی خود تلقین کرنا یعنی جو اپنی کھوپڑی میں مطلب سمائے اُسے قابلِ یقین، لائق اعتماد اور حرفِ آخر قرار دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ گویا اندھوں کو چاہیئے کہ آنکھ والوں پر اعتماد نہ کریں۔ کوچوان بھی تاج محل بنا دینے کا دم بھریں اور گوالے بھی ہوائی جہاز اُڑانے کے دعوے کریں۔ کتنا ہی مشکل کام کیوں نہ ہو کوئی کسی پر اعتماد نہ کرے، ہر جگہ اپنی ٹانگ اڑائے، ہر علم و فن میں اپنی ہی مہارت کے گیت گائے اور اپنے سوا کسی کو بھی خطرے میں نہ لائے۔ یہ سمجھایا جاتا۔

دہلوی صاحب نے بے راہ روی کا جو درس دیا تھا، اُس کا نتیجہ یہی تو نکلنا جو ڈیڑھ سو سال سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ فرقہ سازی، بے دینی، گمراہی اور اختلافات کا سیلاب اُمڈ آیا ہے۔ ملک صاحب کو چاہیئے تھا کہ دہلوی صاحب کے

---

¹ تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ص ۲۷

Marfat.com

ساختہ محققین کو سمجھاتے کہ اب تو کافی فرقے بنا لیے، مسلمان خوب آپس میں لڑا لیے اور باہمی سر پھٹول کے دل کھول کر تماشے دکھا لیے، خدارا یہ سلسلۂ ستم ظریفی، یہ طوفانِ بدتمیزی اب تو ختم ہو جانا چاہیے۔ افسوس! ملک صاحب نے ایسی اپیل کی ضرورت ہی محسوس نہ فرمائی:

نگاہِ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے
دنا کے بھیس میں بیٹھا ہے کوئی بے وفا ہو کر

۸

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے:

ایمان تصدیق قلبی ست و اقرار لسانی... اعمالِ جوارح از نفسِ ایمان خارج اند[1]

ایمان دل سے تصدیق کرنے اور زبان کے ساتھ اقرار کرنے کا نام ہے.... اعمالِ جوارح نفسِ ایمان سے خارج ہیں۔

دوسرے مقام پر آپ نے مرتکب کبائر کے بارے میں اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یوں بیان کیا ہے:

مومن بارتکاب کبیرہ از ایمان نمے بر آید و بہ کفر نمے در آید[2]

مومن کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے باعث ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور کفر میں داخل نہیں ہوتا۔

لیکن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اور اکابر اہلسنت کی واضح

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مطبوعہ لاہور، ص ۵۱

[2] ایضاً: ص ۵۲

Marfat.com

تصریحات کے خلاف مصنفِ تقویۃ الایمان نے اعمال کو ایمان میں داخل کیا ہے۔ چنانچہ موصوف کی وہ البیلی چال جس نے ڈھول رکھا نہ کھال، یہ ہے:

"سننا چاہیئے کہ ایمان کے دو جزو ہیں، خدا کو خدا جاننا اور رسول کو رسول۔ خدا کو خدا سمجھنا اِس طرح ہوتا ہے کہ اُس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اِس طرح ہوتا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے۔ اِس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اِس کے خلاف کو شرک۔ دوسری بات کو اتباعِ سنّت کہتے ہیں اور اِس کے خلاف کو بدعت۔ سو ہر کسی کو چاہیئے کہ توحید اور اتباعِ سنّت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بچے کہ یہ دو چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں۔" [1]

ملک صاحب! آپ حضرات کے امام علی الاطلاق، مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی تو معتزلہ سے بھی چار قدم آگے نکل گئے کہ اتباعِ سنّت کو جزوِ ایمان بتا رہے ہیں اور خلافِ سنّت واقع ہونے سے اصل ایمان میں خلل ٹھہرا رہے ہیں۔ تعلیماتِ مجدّدیہ میں حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی واضح تصریحات کے تحت اس اعتزال پسندی کے بارے میں کچھ تو ارشاد فرمانا چاہیئے تھا۔ معلوم نہیں آپ کی پُراسرار خاموشی میں کیا راز پنہاں ہے: ؎

وائے ناکامیٔ زاہد کہ جبیں پہ اُس کی
داغِ سجدہ تو بنا داغِ محبّت نہ بنا

(۹)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۳ھ)

---

[1] تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ص ۲۷، ۲۸

Marfat.com

بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخلیق کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی تھی :

باید دانست کہ خلقِ محمدی در رنگ خلق سائر افرادِ انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشاء عنصری از نورِ حق جل وعلیٰ مخلوق گشتہ است کما قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقتُ مِن نُورِ اللہِ و دیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است [1]	جاننا چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش دوسرے انسانوں کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ مخلوق میں سے کوئی ایک فرد بھی تخلیق میں آپ سے مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ مخزدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جسم عنصری رکھنے کے باوجود اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے۔ دوسروں کو یہ سعادت میسر نہیں۔

ملک صاحب ! یہ تو آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ تخلیقِ محمدی کے بارے میں حضرت مجددِ اعظم علیہ الرحمۃ نے کیا فرمایا ہے ۔ مسلمانوں کا عقیدہ کیا ظاہر کیا ہے ۔ اب تعلیماتِ مجددیہ کی مخالفت اور رسول دشمنی کا المناک نظارہ بھی کرلیجئے ۔ چنانچہ دہابیہ کے امام علی الاطلاق نے مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت کا گستاخ بنانے کی خاطر یہ تعلیم دی ہے :

---

[1] مکتوبات امام ربانی ، دفتر دوم ، حصہ نہم ، ص ۹۱

Marfat.com

"انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ ۔ ۔ ۔ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر اللہ نے اُن کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو اُن کی فرمانبرداری کا حکم کیا، ہم اُن کے چھوٹے ہیں۔" [۱]

تعلیماتِ مجددیہ اور اکابر اہلِ سنت کی مخالفت اور اپنے امام الطائفہ کی تائید کرتے ہوئے، راہِ ادب و احترام کو چھوڑتے ہوئے مولوی رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مذکورہ گستاخانہ نظریہ کی یوں تزئین کی ہے:

"نفسِ بشر ہونے میں مساوات ہے، اگرچہ آپ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بشریت ازکیٰ و اطیب ہے، اور بڑا بھائی کہنا بھی اُس نفسِ بشریت کی وجہ سے ہے نہ کہ بشریت کی افضلیت ایسی ہے۔ چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اِس لفظ کو لکھا ہے نہ بایں وجہ کہ آپ کی بشریت کا فضل بڑے بھائی کی فضل کی قدر ہے۔ اِس کلمہ پر نافہموں نے غل مچا دیا ورنہ بعد حق تعالیٰ کے فخرِ عالم کو افضل و اکمل وہ خود لکھتے ہیں۔ فقط رشید احمد عفی عنہ" [۲]

مولانا عبد السمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) کے نامور مرید اور پایۂ حرمین مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء) کے شاگردِ ارشد تھے،

---

[۱] تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ص ۱۱۱

[۲] فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی، ص ۸۵

Marfat.com

انہوں نے دہلوی و گنگوہی صاحبان کے اس نظریہ پر احتجاج کرتے ہوئے انوارِ ساطعہ میں لکھا تھا:

" پھر اِس زمانے میں ایک ادنیٰ سا آدمی ہے وہ کہہ رہا ہے رسول اللہ میرے بھائی ہیں۔ واضح ہو کہ بھائی جس قدر ہوتے ہیں سب اپنے باپ کے کل ترکہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اِس لفظ میں ایہام دعویٰ برابری حضرت فخر الانبیاء کے ساتھ ہے معاذ اللہ منہا" [1]

مولانا عبد السمیع بیدل رامپوری (المتوفی ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے پیر بھائیوں کو یوں سمجھایا، اُنہیں ادب و احترام کا ایمانی راستہ سمجھایا تو دین متین کو حکومت کے اشاروں پر بازیچۂ اطفال بنانے والوں، وظیفے کھا کر برٹش گورنمنٹ سے یاری نبھانے والوں اور مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگانے والوں کا سارا طائفہ بھنّا اُٹھا۔ کیونکہ راہِ ہدایت پر آنے کا راستہ خود بند کر چکے تھے۔ حکومتِ وقت کے ہاتھوں میں چوں قلم در دستِ کاتب بن چکے تھے۔ لہٰذا گنگوہی صاحب کے شاگرد مولوی خلیل احمد صاحب (المتوفی ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء) نے اپنے بڑوں کی حمایت میں مذکورہ فہمائش کا شکریہ اِن لفظوں میں ادا کیا:

" لاریب اخوت بشریت میں اور اولادِ آدم ہونے میں ہے۔ اِس میں مساوات بنصِ قرآن ثابت ہے اور کمالاتِ تقرب میں نہ کوئی بھائی کہے اور نہ مثل جانے۔ سو یہ طعن بالکل سفسطہ ہے خلافِ فہم و عقل کے، "تامّل در کار ہے" [2]

اِسی عبارت سے چند سطر پہلے موصوف نے اِس سلسلے میں یہ وضاحت بھی

---

[1] انوارِ ساطعہ علیٰ براہینِ قاطعہ، مطبوعہ دیوبند، ص ۷

[2] براہینِ قاطعہ، مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس، دیوبند، ص ۷

Marfat.com

کی ہے۔

"نفسِ بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالےٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (ترجمہ: کہہ دیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں) اور بعد اس کے یُوْحٰٓی اِلَیَّ کی قید سے پھر وہی شرفِ تقرّب کو بعد اثباتِ مماثلتِ بشریت کے ثابت فرمادیا پس اگر کسی نے بوجہ آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا، وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے اور فخرِ عالم نے بھی فرمایا، وَدِدْتُ اَنِّی قَدْ رَأَیْتُ اِخْوَانِی الحدیث (ترجمہ: مجھے پسند ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں)۔ پس اخوت بوجہ اولادِ آدم ہونے کے کہا اور یہی وجہ قائل کی ہے، موافق قرآن و حدیث کے ہے، اس پر طعن کرنا قرآن و حدیث پر طعن ہے اور اس کے خلاف کہنا نص کی مخالفت ہے۔ لہٰذا چونکہ جس نے آپ کو اخ کہا ہے بوجہ اولادِ آدم ہونے کے کہا ہے اور تقرب کی مماثلت کا وہ ہرگز قائل نہیں تو اس پر طعن سوائے مخالفتِ نصوص کے اور کیا ہووے گا" [1]

ے کرم کوشیاں ہیں، ستم کاریاں ہیں
بس اک دل کی خاطر یہ تیاریاں ہیں

کیوں ملک صاحب! چودہ طبق روشن ہو گئے یا نہیں؛ دیکھی اکابر دیوبند کی دین داری کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کو اُلٹی چھری سے ذبح کریں یا سیدھی سے، ہر طرح اُن کے لیے حلال ہے، ہر عیب اُن کے لیے کمال ہے۔ ایمان بیشک جائے، بلا سے رسول کے دشمنوں میں نام آئے لیکن امام الطائفہ کی حمایت ضرور کرنی چاہیئے خواہ اِس کے لیے یہاں قرآن و حدیث کی منشا

---

[1] براہین قاطعہ، مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس، ص،

کو بدلنا پڑے اور وہاں بھڑکتی ہوئی دوزخ میں جلنا پڑے۔ بہرحال ایسا کہنے اور لکھنے والے حضرات آنجہانی ہوئے۔ انہوں نے جیسے درخت بوئے تھے ویسے ہی پھل کھا رہے ہوں گے۔

ملک صاحب! ایسا سبق پڑھانے والے حضرات کے معتقدین ومتبعین سے کہیئے تو سہی کہ کیا آپ یہ اجازت دیتے ہیں کہ آئندہ آپ حضرات کو شداد و نمرود، فرعون وہامان اور ابوجہل وابولہب یا کانے دجّال کا بھائی کہنے اور لکھنے کا التزام کیا جائے۔ اگر سیخ پا ہوں تو انہیں ایسی ہی آیات واحادیث پڑھ کر سُنا دینا اور کہنا کہ اولادِ آدم ہونے کے باعث آپ کو اُن کا بھائی ہونے سے انکار کیوں؟ زیادہ سے زیادہ یہ بات سہی کہ دعویٰ اسلام کے باعث آپ خود کو بڑا بھائی اور انہیں اپنے چھوٹے بھائی سمجھ لیں۔ بلکہ یہاں تک فرمایئے کہ آپ لوگوں کے مذہب کی رُو سے تو کوئی آپ کو اگر کتوں، گدھوں اور خنزیروں کا بھائی بھی کہے تب بھی نہ چڑیں بلکہ بلحاظِ مخلوق ہونے کے اِس بھائی چارے پر فخر کریں اور مسلمانی کا دعوےٰ رکھنے کے باعث بڑے بھائی ہونے پر اکڑے پھریں۔

ملک صاحب! حقیقت میں وہابیت کے معجون کا جزوِ اعظم ہی مقربین بارگاہ الٰہیہ کی گستاخی ہے۔ قرآن وحدیث کی پاکیزہ فضاؤں میں بھی یہ حضرات شب وروز اسی تگ ودو میں رہتے ہیں کہ یہ گندگی وہاں بھی مل جائے لیکن وہاں تو ایمان افروز خوشبو کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ ہار جھک مار کر آیات واحادیث پر عمل جرّاحی کر کے اُن کے معانی کو اپنے مدّعا پر ڈھالتے اور یوں اپنا کام نکالتے ہیں۔ اگر اِس طرح بھی کام نہ چلے تو افترا کی مشین کو کام میں لاتے اور منہ مانگی مراد پاتے ہیں — دُور کیوں جائیں گنگوہی صاحب کے مریدین ومعتقدین سے کہیئے کہ جس حدیث میں سرورِ کون ومکاں صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ مجھے بھائی کہا کرو، اگر [illegible] بھی مرد میدان [illegible] حدیث دکھ[illegible] نو علی الاعلان

اُس کی استادی کا لوہا مان لیا جائے گا۔ بصورت دیگر افترا پردازی کی اس مشین کو توڑ کر پھینک دینا چاہیے جو لعنۃ اللّٰہِ علی الکذبین کا مستحق بناتی اور مقربین بارگاہِ الٰہیہ کی گستاخی پر جری کر کے نارِ جہنم تک پہنچاتی ہے۔ ملک صاحب! اگر بار خاطر نہ ہو تو ایسے جملہ حضرات کو مکتوباتِ امام ربانی کی یہ ایمان افروز، نجدیت سوز، عبارت بھی سُنا دیجیے۔

محجوباں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بشر گفتند و در رنگِ سائر بشر تصوّر نمودند ناچار منکر آمدند و صاحبِ دولتاں کہ اُورا علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوانِ رسالت و رحمتِ عالمیان دانستند و از سائر ناس ممتاز دیدند بدولتِ ایمان مشرف گشتند و از اہلِ نجات آمدند[1]	جن دل کے اندھوں نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بشر کہا اور آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح تصوّر کیا، آخر کار وہ آپ کے منکر ہو گئے۔ لیکن جن خوش نصیب حضرات نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسولِ خدا اور رحمۃ اللعالمین ہونے کی جانب سے دیکھا، تو انہیں آپ تمام انسانوں سے ممتاز نظر آئے اور ایسے لوگ دولتِ ایمان سے مشرف ہو کر نجات پانے والوں میں سے ہو گئے۔

ملک صاحب! معلوم نہیں کس مصلحت کے تحت آپ نے تعلیماتِ مجددیہ کے ۵۶۸ صفحات میں سے ایک صفحہ بھی اُن لوگوں کو سمجھانے کے لیے مخصوص نہ کیا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی فہمائش کے باوجود شانِ رسالت میں گستاخیاں کرنا باعثِ فخر شمار کرتے ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ایسے لوگوں کو سمجھانے کی

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، ص ۱۸۰

Marfat.com

آپ کیوں ضرورت محسوس نہیں کرتے؟ معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ تعظیم رسالت شاید آپ حضرات کے دین میں سرے سے داخل ہی نہیں ہے یا اگر شامل ہے تو یہ بالکل معمولی اور سہل سی بات ہوگی جس کے باعث کسی گستاخ رسول کو سمجھانے بجھانے اور راہِ ہدایت پر لانے کی چنداں ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔

کیوں کسی غیر سے میں شکوہ بیداد کروں
لطف تب ہے کہ تجھی سے تری فریاد کروں

۱۰

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے شیخ نور الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوبِ گرامی لکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی ہے :

چوں وجودِ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں عالم باشد ناچار اُو را سایہ نبود و نیز در عالم شہادت سایۂ شخص از شخص لطیف تر است و چوں لطیف ترے از وے در عالم نباشد اُو را سایہ چہ صورت دارد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات لے	جبکہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس عالم ممکنات ہی سے نہیں ہیں بلکہ اس عالم سے بلند و بالا ہیں، اس لیے ان کا سایہ نہ تھا اور یہ بات بھی ہے کہ عالم شہادت میں آدمی کا سایہ اُس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ لطیف دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے تو فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ کیسے ہوتا

ملک صاحب! تعلیماتِ مجددیہ میں ایسی عبارتیں پیش کر کے اُن لوگوں کو سمجھانا

Marfat.com

چاہیئے تھا جو حضرت امامِ ربانی کی واضح تصریحات کے خلاف سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے لئے سایہ ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں اور ایسی حرکتوں میں خاص لطف ولذّت محسوس کرتے ہیں۔ اُن سے پوچھیئے تو سہی کہ یہ طرزِ عمل اختیار کرنا اُن کی ساختہ توحید کا تقاضا ہے یا حبِّ رسول انہوں نے اسی ستم ظریفی کا نام رکھا ہوا ہے۔

کہنے کو اُن سے کہہ رہا ہوں حالِ دل مگر
ڈر ہے کہ شانِ ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

۱۱

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ ماکان ومایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی نگاہِ پاک کے متعلق لکھا ہے:۔

حدیث تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ تحریر یافتہ بود اشارت بدوامِ آگاہی نیست بلکہ اخبار است از عدمِ غفلت از جریانِ احوالِ خویش و اُمتِ خویش، لہٰذا نوم در حقِ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقضِ طہارت نگشت و چون نبی در رنگِ شبان است در محافظتِ اُمتِ خود غفلت شایانِ منصبِ نبوتِ او نباشد [1]

حدیث:۔ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا، جو تحریر فرمائی ہے، اس میں دوامِ آگاہی کا اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس بات کی خبر ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اپنے اور اپنی اُمت کے حالات سے کسی وقت بھی بے خبر نہیں ہیں۔ اسی لئے تو نیند آپ کے حق میں ناقضِ (توڑنے والی) وضو نہ تھی۔ چونکہ نبی نگران کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اس لئے اپنی امت کی محافظت سے کسی وقت بھی غافل رہنا اُس کے منصبِ نبوت کے شایاں نہیں۔

---

[1] مکتوباتِ امامِ ربانی، دفتر اوّل، حصّہ دوم، ص ۱۱۰

Marfat.com

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تو فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو بحالتِ خواب بھی اُمت کے حالات سے غافل نہیں مانتے اور مسلمانوں کو بھی آپ یہی سبق دیتے رہے۔ لیکن آجکل ایسے بھی مسلمان کہلانے والے موجود ہیں جو حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کی عقیدت کا دم بھرتے رہتے ہیں۔ لیکن سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو دیوار پیچھے کے حالات سے بے خبر بتاتے رہتے ہیں۔ [1]

منافقینِ مدینہ نے بھی ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق کہا تھا کہ :۔ وَمَا یُدْرِیْهِ بِالْغَیْبِ (محمد کو غیب کی کیا خبر) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ـــــ معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے منافقینِ مدینہ کی پیروی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اسی روش پر جینے اور مرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اسی لئے وہ مسلمانوں کو علی الاعلان یہ درس دیتے رہتے ہیں :۔

"غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر" [2]

اور جو مسلمان حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے بعطائے الٰہی علمِ غیب مانتا ہے اُس پر کفر و شرک کی توپ داغنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو منافقین کی کفریہ تقلید سے روکنے اور تعلیماتِ مجدّدیہ کی روشنی میں اسلامی عقیدہ رکھنے کی تلقین کی جاتی تو اِس میں ملک صاحب کا دینی یا دُنیاوی نقصان تو کوئی نہیں تھا۔ افسوس !

ع
متاعِ دین و دانش لُٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خون ریز ہے ساقی

۱۲

ملک صاحب نے اپنی کتاب تعلیماتِ مجدّدیہ کے صفحہ ۸۰ پر سورۂ اعراف کی

---

[1] براہینِ قاطعہ، مطبوعہ دیوبند، ص ۵۵

[2] تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ص ۱۰۸

Marfat.com

آیت ۱۹۴ نقل کر کے تقویۃ الایمانی موڈ میں یوں اس کا ترجمہ تعلیماتِ مجددیہ اور مسلکِ اہلسنت وجماعت کے خلاف کیا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ (الآیۃ)	واقعی خدا کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو وہ بھی تم جیسے بندے ہیں۔

آگے موصوف نے انبیائے کرام علیہم السلام اور حضرات اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی عداوت کے نشے سے سرشار ہو کر مسلمانوں کو بھی اسی رنگ میں رنگنے کی خاطر اس آیت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:۔

"قرآنِ پاک میں اِس مقام پر اِس امر کی صاف تصریح ہے کہ مشرکین اللہ کے سوا انبیاء و اولیا اور ملائکہ کو دفعِ مضرّت اور جلبِ منفعت کے لئے پکارا کرتے تھے۔ اِسی لئے اُن کو کہا گیا کہ جن کو تم امداد کے لئے پکارتے ہو وہ بھی تمہاری مانند بندے ہیں۔ محض اصنام و اوثان پر عباد کا اطلاق نہایت بعید معلوم ہوتا ہے اور پھر اَمْثَالُکُمْ کا لفظ اِس سے اِباء کرتا ہے۔"[1]

ملک صاحب کی خدمت میں ہم چند گزارشات اِس آیہ مبارک کے سلسلے میں پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہر منصف مزاج کو حق و باطل کا فیصلہ کرنے اور حقیقت تک پہنچنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہو۔ اُمید ہے کہ ہماری مؤدبانہ گزارشات ملک صاحب کے لئے بارِ خاطر نہ ہوں گی۔ عرض ہے کہ:۔

؎ قتلِ عاشق کسی معشوق سے کچھ دُور نہ تھا
پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

اوّلاً:۔ گزارش ہے کہ اِس آیت میں لفظ یَدْعُوْنَ نہیں بلکہ تَدْعُوْنَ ہے۔

ثانیاً:۔ ملک صاحب نے اِس لفظ کا ترجمہ، تم پکارتے ہو، کیا ہے۔ جس کے بارے میں عرض ہے کہ:۔

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا ترجمہ یُوں کیا ہے:۔

[1] ۔ تعلیماتِ مجددیہ، مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور، ص ۷۹

Marfat.com

ہر آئینہ کسانیکہ عبادت میکنید بجز خُدا ۔

۲۔ دیوبندیوں کے حکیم الاُمت، جناب تھانوی صاحب یوں ترجمہ کرتے ہیں :۔

"واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو ۔"

ملک صاحب سے ہم یہاں صرف اتنی وضاحت کے طلب گار ہیں کہ ایک طرف آپ ہیں اور دوسری جانب شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ہیں ——— آپ اِس لفظ کا ترجمہ 'پکارنا' بتا رہے ہیں جبکہ ان دونوں حضرات کے نزدیک 'عبادت کرنا' اِس کا ترجمہ ہے ——— از راہِ کرم صرف اتنا بتا دیا جائے کہ فریقین میں سے کس فریق نے اِس آیت کا صحیح ترجمہ کیا ہے اور کس فریق نے قرآنِ کریم کی معنوی تحریف کر کے یہود و نصاریٰ کی تقلید کی ہے ؟ ——— یہ فیصلہ اب ملک صاحب ہی کو فرما دینا چاہیئے اور جس فریق کو وہ قرآنِ کریم کی معنوی تحریف کرنے والا قرار دیں، بہتر ہے کہ اُسے ارشادِ خداوندی

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ

اور فرمانِ مصطفوی :۔

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْیِہٖ فَقَدْ کَفَرَ

سُنا دیں ——— یہ مدِّنظر رہے کہ فریقین کا ترجمہ چونکہ متضاد ہے ۔ لہٰذا دونوں فریق ہرگز سچے نہیں ہو سکتے کیونکہ اجتماعِ ضدّین محال ہے ۔

ثالثاً :۔ ملک صاحب نے لکھا ہے کہ :۔ "قرآنِ پاک میں اِس مقام پر اِس امر کی صاف تصریح ہے کہ مشرکین اللہ کے سوا انبیاء اور ملائکہ کو دفعِ مضرت اور جلبِ منفعت کے لیئے پکارا کرتے تھے ۔" ——— اگر محترم ملک صاحب اس بیان میں سچے ہیں اور خوفِ خدا و خطرۂ روزِ جزا سے عاری نہیں ہو گئے تو خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس آیت میں واقع مذکورہ تصریح سب کو دکھا دی جائے ۔ اگر وہ نہ دکھا سکیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ وہ ایسی تصریح اِس آیت میں آخری دم تک نہیں دکھا سکیں گے تو اُن کی خدمت میں کلمہ گوئی کا پاس

Marfat.com

کرتے ہوئے ہماری یہ عاجزانہ اور خیر خواہانہ التماس ہے کہ:-
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ط ــــ افسوس!

میں اس عارفانہ تجاہل کے صدقے
ہر اک دل کو چھیدا مرا دل سمجھ کے

رابعًا:- ملتِ اسلامیہ کے مایۂ ناز مفسرین نے اس آیت میں واقع مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے اصنام ہی مُراد لیے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تلقین یہی ہے کہ علمائے اہلسنت نے کتاب وسنّت کے جو مفہوم ومطالب بتائے وہی قابلِ اعتماد ہیں۔ نیز اِن بزرگوں کی ادنیٰ سی مخالفت بھی سمِّ قاتل ہے ــــ اس حقیقت کے باوجود ملک صاحب علمائے اہلسنت کی تصریحات کے بالکل خلاف جا رہے ہیں اور اُلٹے اُن بزرگوں کی تکذیب کر رہے ہیں ــــ کیا تعلیماتِ مجددیہ پر عمل کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ کاش ملک صاحب بھی اس کتاب میں جو کچھ لکھتے وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم مان کر لکھتے۔

خامسًا:- ملک صاحب ذرا اسی آیۂ کریمہ اور اس سے اگلی آیت کے یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمائیں!

فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا ط قُلِ ادْعُوْا شُرَکَآءَکُمْ ثُمَّ کِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ [1]

پس انہیں پکارو، پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے چلیں؟ یا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں؟ یا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں؟ یا اُن کے کان ہیں جن سے سُنیں۔ اے محبوب! تم فرما دو کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤ چلاؤ اور مجھے مہلت نہ دو۔

---

[1] پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۹۴، ۱۹۵

Marfat.com

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہاں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی پانچ نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ جو متصلاً مذکور ہیں یعنی :-

۱۔ اگر کوئی انہیں پکارے تو وہ جواب دینے سے مجبور ہیں۔

۲۔ وہ چلنے کے لئے پیر نہیں رکھتے۔

۳۔ پکڑنے کے لئے اُن کے ہاتھ نہیں ہیں۔

۴۔ وہ آنکھیں نہیں رکھتے جن سے دیکھ سکیں۔

۵۔ وہ کان نہیں رکھتے جن کے ساتھ کسی کی بات سُن سکیں۔

ملک صاحب پر اگر اپنے امام الطائفہ کی تقلید کا اتنا شدید غلبہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں وہ جملہ مفسرین کا فیصلہ نہیں مانتے، مجدد صاحب کو بھی خاطر میں نہ لائے جنہوں نے فرمایا تھا کہ علمائے اہلسنت کی ذرا سی مخالفت بھی سمِ قاتل ہے۔ اپنے تھانوی صاحب کو بھی ٹھکرا گئے جو معبودانِ باطل کی جانب اشارہ کر رہے ہیں اور شاہ ولی اللہ کا دامن بھی جھٹک دیا کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ یہاں مراد وہ ہیں جن کی مشرکین پوجا کرتے ہیں —— ایک کی خاطر ساری اُمّت سے تو بگاڑ لی۔ اہلِ حق کی مخالفت کا پکا ہی ساتھ ہی تعلیماتِ مجددیہ پر عمل کرنے اور ولی اللّٰہی مکتبہ فکر کی گردان پڑھنے کا بھرم تو کھُل گیا —— چلیے ان سب کو ایک کی خاطر چھوڑ دیا لیکن ملک صاحب کم از کم اپنے خالق و مالک کی بات تو مان جائیں، جس نے من دون اللہ کی اسی جگہ پانچ ایسی نشانیاں بتا دیں، صاف صاف بیان فرما دیں جو بتوں کے سوا اور کسی میں موجود نہیں ہیں —— دیکھیے اب ملک صاحب اپنے امام علی الاطلاق کے مقابلے میں خدائے قادرِ مطلق کے فیصلے کو بھی خطرے میں لاتے ہیں یا نہیں۔

سادساً:- ملک صاحب اگر بُرا نہ مانیں تو اپنے ہی قبیلے کے مولوی عبدالماجد دریا آبادی کی بات سن لیں۔ موصوف اِس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یہ وضاحت فرما رہے ہیں :-

تَدْعُوْنَ میں دُعا سے مُراد ان بتوں کو معبود قرار دینا اور فَادْعُوْھُمْ

Marfat.com

میں دعا سے مُراد اُن سے طلبِ نفع و دفعِ ضرر چاہنا ہے"۔ [1]

اگر ساری اُمتِ محمدیہ کے ساتھ ملک صاحب نے خدا کا فیصلہ بھی نہ مانا تو بیچارے مولوی عبدالماجد صاحب کو کب خطرے میں لانے لگے ہیں۔ جہاں ساری اُمتِ محمدیہ کو مشرک ٹھہرایا ہے وہاں ایک یہ بھی شرک پسند اور سہی ـــــ بہرحال ہم نے قرآنِ کریم میں مصنفِ تعلیماتِ مجدّدیہ کی تحریف پسندی تحکّم اور سینہ زوری کا یہ صرف ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ اسی سے موصوف کی کارگزاری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ـــــ معلوم نہیں ملک صاحب ہماری ان خیر خواہانہ گزارشات سے کوئی اچھا اثر لے کر اپنی روش پر نظرِ ثانی کرنے میں بہتری سمجھیں گے یا اس خیر خواہی کے جرم میں احقر کو موردِ الزام اور نشانۂ طعن و تشنیع بنائیں گے، حالانکہ :-

؎ من آنچہ شرطِ بلاغ ست با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

۱۳

حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کی تصانیف اور خصوصاً آپ کے مکتوبات شریف کا مطالعہ کرنے والوں پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ شیخ مجدّد علیہ الرحمہ نے کتنے ہی مقامات پر اپنے کشف کا ذکر فرمایا ہے بلکہ اُسے یقین کا درجہ دیا ہے اور مقامِ استدلال میں تبعاً اپنے کشوفات کا تذکرہ کیا ہے۔ خود ملک صاحب نے تعلیماتِ مجدّدیہ میں ایسی کئی عبارتیں نقل بھی کی ہیں ـــــ لیکن مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کا فیصلہ یہ ہے :-

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں، کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے، کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا ہے، کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے، کوئی رمل اور قرعہ پھینکتا ہے، کوئی فالنامہ

---

[1] تفسیر ماجدی، مطبوعہ تاج کمپنی، ص ۲۷۱

Marfat.com

لئے پھرتا ہے ، یہ سب جھوٹے ہیں اور دغا باز - اِن کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے "۔ [1]

کاش ! تعلیماتِ مجدّدیہ میں جناب ملک حسن علی صاحب خود ہی فیصلہ فرما دیتے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں سے اُن کے نزدیک کون جھوٹا اور دغاباز ہے ۔ اگر ملک صاحب اب بھی یہ فیصلہ فرما دیں تو یقیناً ایک بہت بڑی الجھن دُور ہو جائے گی ——— نیز ساتھ ہی یہ بھی واضح فرما دیں کہ استخارہ کا عمل تو خود سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو تعلیم فرمایا تھا لیکن امام الطائفہ اسے بھی جھوٹے اور دغا باز لوگوں کا کام بتا کر اُن کے جال سے بچنے کی تلقین فرما رہے ہیں ۔ اپنے امام علی الاطلاق کا ہولی کھیلنا تو دیکھا لیکن کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ موصوف جس کا کلمہ پڑھتے تھے اُس ہستی کو بھی جھوٹا اور دغاباز کہنے سے چوکتے نہیں تھے ۔ کیا ملک صاحب کے ذہن میں اس کی کوئی اسلامی تاویل ہے ؟

دیکھیے اس بحر کی تہ سے اُچھلتا ہے کیا
گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا ؟

بر سبیل تذکرہ ملک صاحب سے یہ بھی گزارش ہے کہ تعلیماتِ مجدّدیہ کے صفحہ ۱۴۰ پر امام ابوالحسن عشری لکھا ہے اور صفحہ ۱۵۹ پر حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کا سنِ وفات ۶۳۲ھ اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۲۷۳ھ مندرج ہے ۔ ایسی چھوٹی موٹی کتنی ہی غلطیاں ہیں ، اگر ان کی طرف بھی توجہ فرمائی جائے تو فائدہ سے خالی نہیں ، نیز غلط حوالوں سے پرہیز کیا جائے تو اس میں ان کا اپنا بھی بھلا ہے ۔ بخوفِ طوالت ایسی البیلی اداؤں کی جانب صرف اشارے پر اکتفا کر رہا ہوں ورنہ یہ کارگزاری بھی اپنی وسعت کے باعث کئی صفحات پر پھیلتی چلی جاتی ۔

اظہارِ حقیقت ۔ ملک حسن علی صاحب نے تعلیماتِ مجدّدیہ کو اپنے مخصوص رنگ ڈھنگ میں پیش کر کے اِسکی وہابیت سے مطابقت دکھانا چاہی تھی ۔ لیکن

[1] تفویت الایمان ، مطبوعہ اشرف پریس لاہور ، ص ۵۶

Marfat.com

مذہب مہذب، اہلسنت و جماعت اور ماڈرن خارجیت کا ایک ہی تصویر کے دو رُخ ثابت ہو جانا ناممکن ہے کیونکہ دونوں کے درمیان زمین و آسمان سے بھی زیادہ دوری ہے —— باقی رہا اُن حضرات کا معاملہ جو خانہ ساز فیکٹری میں آیات و احادیث کے بھی اپنی منشا اور غرض و غایت کے تحت مفہوم و مطالب تیار کرتے رہتے ہیں وہ مکتوبات امام ربانی اور تعلیمات مجددیہ پر بھی مشق ستم جاری رکھتے ہوئے اُن کا اپریشن کر دیں تو کونسی جائے تعجب ہے؟

دوسرا جال اور اُس کا بدحال - اب ہم موصوف کے دوسرے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انہوں نے موجودہ اہلسنت و جماعت اور حضرت مجدد الف ثانی کے مسلک میں تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ نیز اس مقدس امانت کے محافظ اور چودھویں صدی میں حق و صداقت کے بیباک علمبردار و سرمایۂ ملت کے نگہبان امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ایسے گھنونے الزامات عائد کئے ہیں جن سے اُس مردِ حق آگاہ کا دامن بالکل پاک تھا۔ ملک صاحب نے یہ کارگزاری اور ہاتھ کی صفائی اس لئے دکھائی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز اور مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کے درمیان تضاد اور مخالفت ثابت کریں حالانکہ یہ دونوں بزرگ ایک ہی گھرانے کے فرد، ایک ہی تصویر کے دو رُخ، ایک ہی سرمایۂ ملت کے نگہبان اور ایک ہی مسلک کے پاسبان تھے —— ہم آئندہ سطور میں ملک صاحب کے بعض الزامات نقل کر کے اُن کے بالمقابل صورتِ حال اور حقیقت کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں۔ اب یہ قارئین کرام کا کام ہوگا کہ وہ کھرے اور کھوٹے کو انصاف کی کسوٹی پر پرکھ لیں، دیانتداری کی میزان پر تول لیں اور یہ فیصلہ کریں کہ پھول کدھر ہیں اور کانٹے کدھر۔ اس کے بعد اُن کی اپنی پسند ہوگی کہ چاہیں تو پھولوں کے سامنے دیدہ و دل فرش راہ کریں یا شوق گل بوسی میں دیدہ دانستہ اپنے لبوں کو کانٹوں پر رکھ دیں۔ یہ اُن کا اپنا فیصلہ ہوگا جو دُنیا اور آخرت میں ہر وقت اُن کے ساتھ رہے گا۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي

Marfat.com

مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ـــــــ ملک صاحب نے اپنا دوسرا مقصد حاصل کرنے کی خاطر امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر یوں مشقِ ستم فرمائی ہے :-

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے جو بریلوی حضرات کے نزدیک دورِ حاضر کے مجدد ہیں اور جنھیں حضور پُرنور، اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، عظیم البرکت، مجدد مائۃ حاضرہ کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے، شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے برعکس بدعات کی خوب تلقین کی، بلکہ بدعات کی نشر و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف رکھی۔" [۱]

یہ حقیقت شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ملّتِ اسلامیہ کی مایۂ ناز ہستیوں میں سے ایک ہیں۔ واقعی آپ چودھویں صدی کے مجدد، اہلسنت وجماعت کے امام برحق، اپنے وقت میں کشتیٔ ملت کے پاسبان و سرمایۂ ملت کے نگہبان تھے۔ ان کے بارے میں غم و غصہ اور قلبی غیض کا اظہار ایسا ہی ہے جیسے کوئی حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (المتوفی ۵۰۵ھ)، امام فخر الدین رازی (المتوفی ۶۰۶ھ)، امام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) اور حضرت مجدد الف ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) رحمۃ اللہ علیہم جیسے بزرگوں سے بغض و عداوت رکھے۔ اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنَا مِنۡہُ۔

حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے متحدہ ہندوستان میں معمولی سی تعداد روافض کی تھی اور باقی مسلمان کہلانے والے وہی تھے جو اہلسنت وجماعت کہلاتے ہیں۔ یہی ناجی گروہ اور مسلمانوں کا سوادِ اعظم ہے ـــــــ برٹش گورنمنٹ نے اپنے استحکام کی خاطر یہ ضروری سمجھا کہ اہلِ حق کی طاقت کو توڑا اور ان کی جمعیت کو منتشر کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر حکومت نے اپنے ڈھنگ کے صاحبانِ جبّہ و دستار کی کھیپ تیار کی، بعض لوگوں کے دین و ایمان کو

---

[۱] تعلیماتِ مجددیہ، مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور، ص ۲۰۴، ۲۰۵

Marfat.com

چند سکوں کے بدلے خریدا اور اُن سے مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگوا کر نئے نئے فتنے کھڑے کیے، جن کے باعث ہر فتنہ باز کے پیچھے لگنے والوں کا ایک فرقہ بن گیا اور یوں متحدہ ہندوستان میں فرقہ سازی کا کاروبار چمکا، اس فتنے کا سیلاب ایسا اُمڈ کر آیا کہ آج تک تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ اہلحدیث، دیوبندی، نیچری، مرزائی، ناصبی، بابی، بہائی، اسمٰعیلی، منکرینِ حدیث اور جماعت اسلامی وغیرہ کتنی ہی جماعتیں بڑے خوشنما ناموں کے لیبل لگا کر منظرِ عام پر آگئیں جو برٹش گورنمنٹ کے پرفتن دور کی زندہ یادگار ہیں۔

مبتدعینِ زمانہ کا ہر ٹولہ اپنے روزِ اوّل ہی سے انگریزوں کی ہدایت کے مطابق مسلمانوں کے سوادِ اعظم یعنی اہلسنت وجماعت سے برسرِ پیکار چلا آرہا ہے۔ انہوں کی دین فروشی عوام سے چھپانے کی خاطر بزرگانِ اہلسنت کو بکاؤ مال بتاتے ہیں۔ اپنی بے راہ روی پر پردہ ڈالنے کی خاطر اہلسنت وجماعت کو بدعتی اور مشرک ٹھہراتے رہتے ہیں اور فرقے کی جدت اور نوزائیدگی کو چھپانے کی خاطر اس ناجی گروہ اور سوادِ اعظم کو بریلوی فرقہ قرار دے کر حق و باطل کو غتر بود کرنا چاہتے ہیں۔ نیز دورِ حاضر کے عظیم انسان یعنی امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اِن لوگوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت الزامات و بہتانات کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع کر کے ایسی طوفانِ بدتمیزی کا مظاہرہ کیا ہوا ہے کہ شرافت و دیانت اپنا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔

ملک حسن علی صاحب کا تعلق چونکہ غیر مقلد فرقے سے ہے جو انگریز بہادر کے لطف و کرم اور منظوری کے باعث اہلِ حدیث کہلاتا ہے۔ موصوف بھلا اپنے بڑوں کی تقلید میں اکابر اہلسنت کے خلاف کیوں زبانِ طعن دراز نہ کریں؟ دورِ حاضر کے مایۂ ناز بزرگ اور قابلِ فخر مجاہد، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں موردِ الزام نہ ٹھہرائیں جبکہ اعلیحضرت نے اپنے دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح گمراہی کے بھپرے ہوئے سیلاب کا رُخ پھیرا اور سارے گمراہ گروں کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا تھا۔ ایسے دلائلِ باہرہ اور براہینِ قاہرہ قائم کیے تھے کہ جملہ برٹش نواز

Marfat.com

اور گاندھوی علماء کو مجالِ دم زدن نہ رہی، سارے ساکت وصامت اور مبہوت ہو کر رہ گئے اور تحریر و تقریر کے میدان میں آپ کے سامنے ٹھہرنے کا یارا نہ رہا بلکہ اپنے صرزیح عجز پر سکوت کی مہر ہی ثبت کرتے رہے ــــــ فریقین کی تصانیف آج بھی اس امر کی شہادت دے رہی ہیں جو منصف مزاج معاملے کی تہ تک پہنچنا چاہے وہ اسی فیصلے تک نہ پہنچے تو ہمارا ذمہ۔

یہ ستم ظریفی بھی تو ایک طرفہ تماشا ہے کہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دَور کے غلط کار علماء اور جاہل صوفیہ کا تعاقب کر کے اُن کے شر کو دفع کیا تو مبتدعینِ زمانہ آج بھی اُنہیں مجدد تسلیم کرتے اور سرمایۂ ملّت کا نگہبان قرار دے کر عزّت سے نام لیتے ہیں ــــ لیکن چودھویں صدی میں جب ایسا وقت آیا اور احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالفضل و فیضی وغیرہ کی یاد تازہ کرنے والے جملہ برٹش نواز اور گاندھوی علماء کا تعاقب کر کے اُن کے شر کو دفع کیا، دودھ اور پانی علیحدہ کر دکھایا تو بعض حضرات انصاف کی آنکھوں پر تعصب کی پٹّی باندھ کر اُلٹے آپ ہی کو مطعون کرتے رہتے ہیں۔ گویا اب انہیں ابوالفضل و فیضی سے پیار اور مجدد الف ثانی کے نام سے خار ہے۔ خدارا سوچیئے تو سہی کہ یہ کیسا آزار ہے؟ آخر یہ انصاف اور دین و دیانت کا خون نا بہ سکے؟

تعلیماتِ مجدّدیہ میں جناب ملک صاحب نے یہ تو لکھ دیا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بدعات کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی لیکن ہیبتِ حق تو ملاحظہ ہو کہ موصوف کسی ایک بدعت کی نشاندہی بھی نہ کر سکے جس کی اعلیٰحضرت نے نشر و اشاعت کی ہو۔ ملک صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ ہمّت کر کے اپنے کہے کا پاس رکھتے ہوئے مذہب مہذب اہلسنّت وجماعت اور تعلیمات مجدّدیہ کی روشنی میں کسی ایک ہی بدعت سے مطلع فرمانے کی زحمت تو گوارا کریں۔ جس کی مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ نے اشاعت کی ہو؟ ہم بعونہٖ تعالیٰ اعلان کرتے ہیں کہ ملک صاحب اپنی باقی ساری زندگی میں بھی ایسی کسی ایک بدعت کی نشان دہی نہیں کر سکیں گے۔

Marfat.com

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ○

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ملک صاحب نے تعلیماتِ مجدّدیہ میں صداقت و انصاف کا خون کرتے ہوئے موجودہ اہلسنت وجماعت کو بدنام کرنے کی خاطر، انہیں مطعون کرنے اور موردِ الزام ٹھہرانے کے لئے یہاں تک الزام تراشی کی ہے:-

"بریلوی حضرات مذہبی امور میں باوجود حنفی المذہب کے ادّعا کے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تحکیم وتفسیر اور توجیہ و تاویل کو حرفِ آخر مانتے ہیں اور اس کے مقابلے میں کسی دوسرے امام و محدّث و مفسّر و فقیہ کو ترجیح دینے پر آمادہ نہیں ہیں" ؎ ۱

ملک صاحب! قیامت آخر کار ضرور آئے گی ـــــــ ہم سب کو یقیناً بارگاہِ خداوندی میں پیش ہونا پڑے گا ـــــــ وہاں اگر آنجناب سے پروردگارِ عالم نے اس دعوے کا ثبوت طلب کیا تو غور فرمایئے کہ آپ کے پلّے کوئی ثبوت ہے؟ کیا آپ علمائے اہلسنت یعنی اپنی اصطلاح میں بریلوی مولویوں میں سے کسی ایک بھی ایسے ذمہ دار عالم کی نشاندہی کر سکیں گے جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تحکیم وتفسیر اور توجیہ و تاویل کے مقابلے میں کسی امام و محدّث و مفسر و فقیہ کو ترجیح دینے پر آمادہ نہیں ہوتا ہے؟

ملک صاحب! گستاخی معاف، اپنے اس دعوے کو سچا ثابت کرنے کی خاطر نہ آج آپ ایک بھی دلیل پیش کر سکتے ہیں نہ کل داورِ محشر کے حضور کوئی دلیل پیش کر سکیں گے۔ ان حالات میں ضرورت تو اس امر کی ہے کہ ایسی روش سے توبہ کر کے وہ راستہ اختیار کیا جائے جس پر گامزن ہونے میں دارین کی سرخروئی اور نیک نامی ہے۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ بُغضِ معاویہ میں آدمی اتنی دور چلا جائے کہ خود اپنی ہی عاقبت برباد کر بیٹھے۔ مسلمان کا شیوہ تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے دوستوں سے محبّت

Marfat.com

رکھتا ہے اور اللہ کے دشمنوں سے اُسے دلی عداوت ہوتی ہے۔ اِس کو الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ کہتے ہیں۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ ملک صاحب صرف یہ چاہتے ہیں کہ عوام الناس سے موجودہ اہلسنت وجماعت کو بریلوی فرقہ باور کروایا جائے اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو اُس فرقے کی سب سے بڑی اور مرکزی ہستی منوایا جائے اور بس ——— کاش! ملک صاحب اتنا سوچنے کی زحمت گوارا فرما لیتے کہ سینہ زوری، سخن پروری، الزام تراشی اور دھاندلی سے حقائق بدلا نہیں کرتے۔ مانا کہ اِس دنیائے دنی میں اندھیر ہے لیکن جناب والا صبحِ قیامت میں کیا دیر ہے؟ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ۝

اجباب کی یہ شانِ حریفانہ سلامت
دشمن کو بھی یوں زہر اُگلتے نہیں دیکھا

حق سے خار۔ باطل سے پیار۔ ملک حسن علی صاحب نے ناصحانہ انداز میں بڑی دلسوزی کے ساتھ دیوبندی اور بریلوی اختلاف کے بارے میں اپنے تاثرات یوں قلمبند فرمائے ہیں:۔

"سمندر متلاطم ہے، ہوا مخالف ہے، ہم سب ایک ہی ناؤ میں سوار ہیں، ہم نے پاکستان کا دفاع کرنا ہے اور اسلام کی بھی حفاظت کرنی ہے ہماری گردنوں پر نہایت اہم ذمہ داریاں ہیں۔ میرا روئے سخن دیو بندی بریلوی مناقشت کی طرف ہے۔ اِس فتنہ کی تخم ریزی گورنمنٹ برطانیہ نے کی۔ یہ فتنہ پھلا پھولا اور خوب بڑھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ کے رخصت ہونے پر یہ فتنہ خود بخود ذو ہو جاتا مگر اس کے برعکس اس فتنہ نے نہایت خطرناک صورت اختیار کر لی۔ ایک محاذ پر تو جمع ہونا درکنار ایک مجلس میں بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ دونوں جماعتیں بنیادی لحاظ سے اہل سنت[عہ] والجماعت ہیں"۔ [۱]

عہ۔ ملک صاحب کو چاہیے تھا کہ اہلسنت وجماعت لکھتے یا اہل السنت والجماعت (اختر)

[۱] تعلیماتِ مجددیہ، مطبوعہ لاہور، ص ۳۲۹، ۳۳۰

Marfat.com

اہلِ حق کے خلاف ملک صاحب کے اندر جو آگ سلگ رہی ہے اُسے چھپانے کی پوری کوشش بھی کر رہے ہیں لیکن دبی ہوئی آگ کی چنگاریاں باہر نکلنے اور اپنی چمک دمک دکھانے کے لئے متواتر مچل بھی رہی ہیں۔ اسی کشمکش کے عالم میں موصوف نے مسلمانوں سے یُوں اپیل بھی کی ہے:۔

"جمہور اہلِ اسلام اور علمائے کرام سے اپیل کرتا ہوں کہ حالات بدل چکے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ اپنا بستر بوریا اٹھا کر رخصت ہو چکی ہے۔ یہ سب کرشمے اُسی گورنمنٹ برطانیہ کے تھے۔ ہندوستان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ نے بہت کھیل کھیلے، یہ سب ایک طویل اور دردناک داستان ہے، ہمارے بھولے بھالے بھائی اِس جال میں شکار ہوتے رہے۔ اب حکومت اہلِ اسلام کی ہے، اِن غلط در غلط فتوون سے بچو، یہی تقاضا ہے اسلام کا، اِس وقت ہمارے مُلک کا، خدا تعالیٰ نے تم کو بھائی بھائی بنایا، محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تم کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا ہے خدا کا فرمان ہے گروہ گروہ نہ بنو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اہلِ اسلام سب کے سب مل کر اللہ کی مضبوط رسی کو تھامو۔" [1]

ملک صاحب کی مذکورہ دونوں ناصحانہ عبارتوں سے اُن کا اپنا مقصد تو حاصل ہو رہا ہے۔ جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے اشاروں کنایوں میں سب کچھ ارشاد فرما گئے ہیں۔ اِن عبارتوں میں مندرجہ ذیل باتیں مبہم اور وضاحت طلب ہیں جن کی تصریح فرما دینی چاہیئے تھی:۔

۱۔ دیوبندی بریلوی اختلاف میں گورنمنٹ برطانیہ نے کس طرح حصّہ لیا؟

۲۔ مدلّل بیان کرتے کہ گورنمنٹ کی پیدا کردہ اِن میں سے کونسی جماعت ہے؟

۳۔ دیو بندی جماعت کے اہلسنت ہونے کا ثبوت پیش فرما دیتے یا محض زبانی دعویٰ ہی کافی ہوا کرتا ہے؟

---

[1] تعلیماتِ مجدّدیہ، مطبوعہ لاہور، ص ۴۳۳،

Marfat.com

۴۔ اگر اختلاف کا ذکر کرنا ملک صاحب کے نزدیک ضروری تھا تو اس اختلاف کی طویل اور دردناک داستان جو اُن کے دل و دماغ میں قیام پذیر ہے اُسے تاریخ و حقائق کی روشنی میں منظرِ عام پر لے آتے۔

۵۔ غلط در غلط فتوے کس نے جاری کئے تھے؟ دو چار ایسے فتوے نقل کرکے اُن سے بچنے کی تلقین فرماتے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے تو واقعی مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے یقیناً مسلمانوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے۔ لیکن تینوں قسم کے وہابیہ کی خانہ ساز اصطلاحیں دیکھ کر ملک صاحب ذرا وضاحت تو فرمائیں کہ خدا نے کیا موحّد و مشرک کو بھی بھائی بھائی بنایا ہے؟ کیا فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے توحید پرستوں اور مشرکوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو ملک صاحب دیوبندیوں اور بریلویوں سے کس طرح فرما رہے ہیں کہ "خدا تعالیٰ نے تم کو بھائی بھائی بنایا ہے۔"

۷۔ اللہ تعالیٰ نے تو واقعی فرمایا ہے کہ گروہ گروہ نہ بنو۔ فرقوں میں نہ بٹو۔ لیکن وضاحت فرمائی جاتی کہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے دیوبندی ہیں یا آپ کے اصطلاحی بریلوی؟ نیز یہ بھی واضح فرما دیتے کہ اِس حکم کی کس نے کب اور کیوں خلاف ورزی کی؟ —— شاید اس وضاحت کے تصور سے دل دھڑکتا، کلیجہ پھٹتا اور دم گھٹتا ہوگا — اگر ناگوارِ خاطر نہ ہو تو:

اے چشمِ اشک بار ذرا دیکھ تو سہی!
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

فتنۂ وہابیت کی تخم ریزی

:۔ شاید مذکورہ امور کی وضاحت سے ملک صاحب شرماتے اور ہچکچاتے ہیں۔ اسی لئے الزامات تو پوری بلند داری سے عائد کرتے چلے گئے لیکن کھلے نہیں۔ حالانکہ ناچنے لگی تو گھونگھٹ کیسا؟ ——

Marfat.com

دریں حالات یہ طویل اور درد ناک داستان اختصار کے ساتھ سُنانے کی سعادت رقم الحروف حاصل کرلیتا ہے تاکہ ملک صاحب کے الزامات مدّلل ہو جائیں اور جس فریق نے حکومت کے اشارے پر فرقہ سازی اور فتنہ پروری کا ناپاک کھیل کھیلا ہر وہ اپنی روش پر نظرثانی کرسکے۔ وباللہ التوفیق۔

حقیقت یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان میں فرقہ سازی اور گروہ بندی کا سنگِ بنیاد انگریزوں نے اپنی ضرورت کے تحت مولوی محمد اسماعیل دہلوی سے رکھوایا کیونکہ مقدس سرزمینِ عرب میں وہابیت کا فتنہ کامیاب ثابت ہو چکا تھا۔ موصوف شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) کے بھتیجے اور شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کے پوتے تھے۔ اِس خاندان عالی شان کی ملک کے گوشے گوشے اور بیرونی ممالک میں بھی شہرت تھی۔

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی بڑے منچلے، جوشیلے، جدت پسند، آزاد منش اور منہ زور تھے لہٰذا برٹش گورنمنٹ کی نگاہِ انتخاب اِن پر پڑ گئی اور مَن تو شدم تو من شدی والا معاملہ ہو گیا۔ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد مولوی عبدالحی دہلوی (المتوفی ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۸ء) میرٹھ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے، کچھ بعید نہیں کہ معاملہ اِن کی معرفت پایۂ تکمیل کو پہنچا ہو۔ بہرحال موصوف نے نیا دین رائج کرنے اور برطانوی مفادات کے تحفظ کی خاطر جینے مرنے کا عہد کرلیا تھا، جس پر اُن کی باقی زندگی شاہد ہے۔

موصوف نے حب مال وجاہ کی خاطر اپنے خاندانی مذہب کو چھوڑ کر، سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت سے منہ موڑ کر اصلاح کے نام پر محمد بن عبدالوہاب نجدی کے دین کی تبلیغ شروع کی تو مسلمانوں نے دیکھا کہ موصوف کی زبان پر توحید کا مفہوم وہی آتا ہے جو نجدی فیکٹری میں ڈھلا ہے اور شرک وبدعت کی تعریفیں وہی کی جارہی ہیں جن سے خارجیّت کا دُنیا میں نام چلا ہے —— اہلسنت وجماعت کے ایک مشہور ومعروف گھرانے کا فرد جب برملا اپنے مذہب کی تردید اور وہابیت د

Marfat.com

خارجیت کی تائید و تبلیغ کرنے لگا تو اس کا فطری نتیجہ یہی تو نکلنا تھا کہ مسلمانوں میں ہلچل مچی، جا بجا چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ یہ کیسا انقلاب آگیا؟ جو خاندان مذہب اہلسنت وجماعت کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے رہا تھا اُسی گھر کا یہ نوجوانِ عالم کس طرح اپنے مذہب کو مٹانے پر آمادہ ہوگیا؟ دوست احباب نے ٹوکا، استادوں اور بزرگوں نے سمجھایا تو کہیں خاموشی، کہیں ٹال مٹول پنچوں کا کہنا سر ماتھے رہا لیکن ہمیشہ پرنالہ اُسی جگہ رکھا کیونکہ اندرونِ خانہ اپنا محمدی گروہ بنایا جارہا تھا۔ اسی قبیلے کے ایک صاحبِ قلم مرزا حیرت دہلوی نے اِس حیرت انگیز طرزِ عمل کا انکشاف یوں کیا ہے :-

> "آپ نے پہلے چند بڑے بڑے بدمعاشوں کے سرغنوں کو اپنی جادو بھری تقریر سُنا کے مرید کیا اور انہیں اپنا ایسا معتقد بنایا کہ وہ اپنی جان قربان کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ مصلحت اِس کی مقتضی تھی کہ یہ کارروائی کی جائے کیونکہ دِن بدن مخالفت کی آگ بھڑکتی جاتی تھی۔" [1]

یہ تھی مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے محمدی گروہ کی خشتِ اوّل اور یہ تھے امام الوہابیہ کے قدسی صفات اعیان و انصار، جن کے تقویٰ و طہارت اور خلوص و للہیت پر موجودہ وہابی حضرات جس قدر بھی چاہیں فخر کرسکتے ہیں اور چاہیں تو انہیں صحابہ کرام سے بھی اُوپر درجہ دے سکتے ہیں —— لیکن یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اپنے ہی جدِّ امجد شاہ ولی اللہ اور عمِ محترم شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے لاکھوں مریدین و تلامذہ اور اِس خاندان کے جملہ باثر افراد حتیٰ کہ اپنے بھائیوں کو بھی چھوڑ کر، سب سے منہ موڑ کر امام الطائفہ کو بدمعاشوں کے سرغنوں کو اپنے ساتھ رکھنا، انہیں اپنا یار و مددگار اور غمخوار و غمگسار بنانے، اُن سے استمداد و استعانت کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ کیا شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز وغیرہ بزرگوں کے تربیت یافتہ افراد بھی بدعتی اور مشرک تھے؟ اور سچّے اور پکے مسلمانوں کو چھوڑ کر بدمعاشوں اور

---

[1] حیاتِ طیبہ، مطبوعہ لاہور، ص ۵۸

Marfat.com

اُن کے سرغنوں کو ساتھ لے کر محمدی گروہ کیوں بنایا گیا؟

مسلمانوں کے سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت اور اپنے خاندانی بزرگوں کے مریدین و متعلقین سے قطع تعلق کرنے کی یہی وجہ تو تھی کہ خاندانی مذہب کو خیر باد کہہ کر اُسے کفر و شرک ٹھہرا کر، سُنیوں کو بدعتی و مشرک بنا کر اپنا علیحدہ فرقہ بنانا پڑا۔ یوں جملہ علماء و مشائخ اور اُن کے فیض یافتہ افراد کو کافر و مشرک لیکن بدمعاشوں کے سرغنوں کو موحد و مومن قرار دے کر گلے کا ہار بنایا —— بدمعاشوں کے سرغنوں سے استعانت کرنے اور اُن کی دوستی کا دم بھرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ موصوف نے اللہ رب العزت کے دوستوں سے استعانت و استمداد کرنے اور اُن کی تعظیم بجالانے کو کفر و شرک قرار دیا تھا تو قدرت نے دکھا دیا کہ جو گردن انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی تعظیم کیلئے نہیں جھک سکتی اس کو دُنیا میں بھی یہ سزا ملتی ہے کہ ذلیل ترین انسانوں کے سامنے سجدہ ریز ہونا اور انہیں اپنا آقا و مولیٰ بنانا پڑتا ہے۔ اُن کے مقابلے پر اَنَا خَیرٌ مِّنہُ کہنے والا ہر کوئی اِسی راستے سے گزرتا ہے —— دہلوی صاحب موصوف کے سوانح نگار، مرزا حیرت دہلوی نے اِسی سلسلے کی اگلی کڑی کا یوں ذکر کیا ہے:۔

"اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ کئی برس تک پیارے شہید کے معتقدین اتنے کم رہے جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا، مگر اس ناکامی سے کسی قسم کی دِل شکنی مولانا شہید کو حاصل نہ تھی۔" ؎۱

دہلوی صاحب کے معتقدین کا کئی برس تک انگلیوں پر گِنا جانا اور اُن چند افراد کی جماعت کا نام محمدی گروہ رکھنا یہی تو ظاہر کرتا ہے کہ اپنے خاندان، خاندانی بزرگوں کے مریدین و معتقدین، احباب و تلامذہ اور متحدہ ہندوستان کے سارے مسلمانوں سے موصوف نے اپنا تعلق ختم کر لیا تھا، اُنہیں کافر و مشرک بتا کر اُن کے مقابلے میں اپنا محمدی گروہ بنایا جا رہا تھا —— کیا متحدہ ہندوستان میں

؎۱۔ حیاتِ طیبہ۔ مطبوعہ لاہور ص ۹۷

Marfat.com

یہ فرقہ بازی کا سنگِ بنیاد نہیں؟ کیا یہ اِس ملک میں فرقہ سازی کی ایجاد نہیں؟
—— کیوں ملک صاحب! اِس سرزمین میں محمدی گروہ کے نام سے سب سے پہلا فرقہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بنایا تھا یا مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے؟ کلیجے پر ہاتھ رکھ کر خود اپنی زبانی کچھ تو آج بتا دیجئے ورنہ کل جب بروزِ قیامت اقرار کیا تو کس کام کا؟ مانا کہ آپ کے محمدی گروہ کی توحید آج تثلیث کی قائل ہوگئی ہے یعنی ایک فرقے کی تین شاخیں ہوگئی ہیں۔ ہر شاخ بھی آج ایک مستقل فرقہ ہے یعنی (۱) اہلحدیث (۲) دیوبندی (۳) جماعت اسلامی ——
خدارا مان بھی جایئے کہ اس ملک میں سب سے پہلا فرقہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے بنایا۔ انہوں نے ہی قدیم مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا اور اُن کو خارجیت کا زہر پلانے کے لئے وہابیت کا چکر چلایا —— جب موصوف وہابیت کے مبلغ بنے، نئے مذہب کا پرچار کرنے لگے تو مسلمانوں کے جذبات اِن سراسر غیر اسلامی عقائد و نظریات پر بھڑکے اور یہ ایک فطری بات تھی۔ اِس صورتِ حال نے گل کھلایا اس کا ذکر یوں مرزا حیرت دہلوی کے نوکِ قلم پر آیا ہے:۔

"جب اِس قسم کے وعظ ہونے لگے تو دو چار جگہ لاٹھی بھی چل گئی کیونکہ اب محمدیوں کا گروہ بھی بڑھتا جاتا تھا" [۱]

محمدی گروہ کی ترقی کے بارے میں اِس عبارت کا مطالعہ بھی فائدے سے خالی نہیں:

"پیارے شہید نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی زبان سے یہ نکلوا دیا کہ ہم محمدی ہیں۔ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ اِس ضلع میں اِتنے محمدی آباد ہیں اور اُس ضلع میں اِتنی تعداد اسلامیوں کی ہے" [۲]

وہابیت کا یہ خاصہ ہے کہ جو اِس بیماری کا شکار ہو جائے اُس کی نظر میں مسلمان تو مسلمان ہی نہیں رہتے بلکہ سادے کے سارے کافر و مشرک نظر آنے

---

[۱] حیاتِ طیبہ، مطبوعہ لاہور، ص ۹۹

[۲] ایضاً : ص ۲۳۸

Marfat.com

لگتے ہیں۔ اُس وقت بھی وہابی افراد ہی کو اسلامیوں کی تعداد شمار کیا جاتا تھا اور آج بھی یہی ذہنیت کارفرما ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو اگر کہیں ذرا بھی تسلط حاصل ہو جاتا ہے، گنجے کو ناخن مل جاتے ہیں تو مسلمانوں پر قیامت ڈھا دیتے ہیں۔ ساختہ توحید کی آڑ میں مسلمانوں کے مال و جان اور ننگ و ناموس پر دن دھاڑے ڈاکہ ڈالنا ان کے مذہب کا رکنِ اعظم ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان کی اسلام دشمن ذہنیت کے شر سے محفوظ و مامون رکھے، آمین —— وہابیت کو ولی اللّٰہی مکتبۂ فکر بتانے والوں کو یہ تاریخی حقائق سامنے رکھنے چاہئیں۔ مزید تسلی کے لئے دیو بندی حضرات کے حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کا یہ بیان بھی مدِنظر رہے:-

"مولانا اسمٰعیل شہید موحد تھے، چونکہ محقق تھے، چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلکِ پیرانِ خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا"۔ [1]

نیز اپنے خاندانی بزرگوں کے مسلک سے انکار کی کہانی تھانوی صاحب کی زبانی مزید سن لیجئے وہ فرماتے ہیں:-

"شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کی معرفت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سے کہہ دیا تھا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید۔ کیونکہ جو کوئی سنتِ متروکہ اختیار کرے گا عوام میں ضرور شورش ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے عبدالقادر صاحب سے اس کا جواب بیان کیا۔ اس کو سُن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا! "بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھتا۔ یہ

[1] امداد المشتاق، مطبوعہ لاہور، ص ۷۹

Marfat.com

حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلافِ سنّت ہو اور ما نحن فیہ میں سنّت کا مقابل خلافِ سنّت نہیں بلکہ دوسری سنّت ہے۔"[1]

تھانوی صاحب کی اس عبارت سے امام الوہابیہ کے محقق ہونے کا راز بھی کھل گیا ــــ بہرحال ان حالات میں خود مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے چچازاد بھائی مولانا مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء) بن شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء) نے تقویۃ الایمان کے رد میں معید الایمان کتاب لکھی اور اسے خلافِ دین و ایمان ثابت کر دکھایا۔ نیز ان کے چھوٹے بھائی یعنی مولانا محمد موسیٰ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقویۃ الایمانی خرافات کا رد فرمایا اور اس کے عقائد و نظریات کو اپنے خاندانی بزرگوں کی تصانیف کی روشنی میں غلط ثابت کیا۔ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما سے عقیدت رکھنے والوں اور ان کے مرید و شاگرد علماء اور دیگر علمائے اہلسنت نے انہیں خوب سمجھایا بجھایا اور باز نہ آئے تو ہر ایک نے تقویۃ الایمان کا رد لکھا۔ اس کے رد میں لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ گویا یہ فتنہ کی ایک چنگاری تھی جس نے پورے ملک میں آگ لگا دی تھی۔

رد و تردید کا بازار گرم ہونے سے پہلے مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے بھائیوں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وارثوں نے مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی اور مولوی عبدالحی دہلوی کو سمجھانے بجھانے اور راہِ راست پر لانے کی خاطر دلی کی جامع مسجد میں ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو ایک مجلسِ مناظرہ و مباحثہ منعقد فرمائی تھی۔ یہ پاک و ہند کی زمین پر ہونے والا سب سے پہلا تحریری مناظرہ تھا۔ جس میں امام الوہابیہ صاحب لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ کہہ کر راہِ فرار اختیار کر گئے تھے[2] یہ فرقہ سازی کی کہانی کا پہلا حصہ اور حرفِ آغاز ہے۔

اینگلو انڈین علما ساز فیکٹری

جب مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ۱۲۴۶ھ/

---

[1] بوادر النوادر، مطبوعہ دیوبند، ص ۶۹

[2] انوارِ آفتابِ صداقت، جلد اول، مطبوعہ لاہور ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء، ص ۵۱۳، ۵۱۴

Marfat.com

۱۸۳۱ء کو بالا کوٹ کے اندر کھیت رہے۔ جن مسلمانوں کے مال و جان اور ننگ و ناموس کو رات دن لوٹ رہے تھے اُن کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچ گئے اور ساتھ ہی برطانوی مفادات و ضروریات پر پہرہ دینے والا یہ نام نہاد مجاہدین کا جمگھٹا بھی ٹھکانے لگ گیا تو نوزائیدہ وہابیت نیم جان ہو کر رہ گئی۔ محمدی گروہ کا ننھا مُنا لیکن فتنہ باز پودا کمُلانے لگا تو برٹش گورنمنٹ کو اپنے اس خود کاشتہ پودے کی بربادی پر اپنی ضرورت کے تحت ترس آگیا۔ قیادت مولوی محمد اسحاق دہلوی (المتوفی ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء) کے سر پر رکھ دی، کیونکہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین یہی بنے تھے۔ مولوی محمد اسحاق صاحب بڑے خاموش طبع اور صلح کل واقع ہوئے تھے۔ لالچ اور خوف کے تحت ہاں تو کرلی، وہابیت کی بھونڈی بات، دبی چھُپی تائید و حمایت تو کرتے رہتے تھے لیکن وہابی ہونے کا اپنی ذات پر دھبہ نہیں لگوانا چاہتے تھے۔ دریں حالات موصوف نے گلوخلاصی کی سوچی اور اپنے مقصد کے علماء کا بورڈ مقرر کر کے خود سرزمینِ حجاز کی جانب ہجرت فرما گئے۔

مذکورہ بورڈ کے صدر مولوی مملوک علی نانوتوی (المتوفی ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء) بنائے گئے تھے، جو دہلی کالج میں شعبۂ عربی کے صدر مدرس تھے۔ موصوف کی زیرِ نگرانی برٹش گورنمنٹ نے بڑی رازداری کے ساتھ اینگلو انڈین علماء کی کھیپ تیار کروائی اور انہیں جلدی سے جلدی نئے نظامِ تعلیم میں منسلک کر دیا گیا تاکہ وہ مسلمانوں کو حکومت کی منشا کے سانچے میں ڈھال دیں۔ اس زندہ حقیقت کو دیوبندی حضرات کی ترجمانی کرنے والے جناب پروفیسر محمد ایوب قادری کے اس بیان کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے:۔ ۶۲

"مولانا مملوک العلی کے صدر مدرس ہونے کی وجہ سے دہلی کالج کی تعلیمی سرگرمیاں یقیناً آگے بڑھیں اور مسلمانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوئی جس نے نظامِ تعلیم میں منسلک ہو کر خاطر خواہ خدمات انجام دیں۔ مولانا محمد مظہر (مدرس آگرہ کالج)، مولانا محمد منیر (مدرس بریلی کالج)، مولانا محمد احسن (مدرس بنارس و دہلی کالج)، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (مدرس بریلی کالج و ڈپٹی انسپکٹر مدارس)، مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی (ڈپٹی انسپکٹر مدارس) تو خاص ان (مولانا مملوک علی) کے اعزّہ و اقارب ہیں۔ اِن کے علاوہ شمس العلماء ڈپٹی شیخ ضیاالدین

Marfat.com

ایل۔ایل۔ڈی۔ شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ، شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد (ف ۱۹۱۲ء)، شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد (ف ۱۹۱۰ء)، پیرزادہ محمد حسین (سیشن جج)، خواجہ محمد شفیع (جج)، خان بہادر میر ناصر علی (ف ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء) مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۷۹ء) مولوی جعفر علی (ف ۱۳۱۴ھ) وغیرہ بہت سے ایسے حضرات ہیں جو اسی دہلی کالج کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں اور کم و بیش اِن تمام حضرات نے نئے تعلیمی نظام میں منسلک ہو کر نمایاں خدمات انجام دیں اور گورنمنٹ نے بھی اِن کی خدمات کو سراہا اور حسنِ معاملہ سے نوازا۔" [1]

جب مذکورہ پرزوں کو گورنمنٹ نے اپنی فیکٹری (دہلی کالج) میں عین اپنے مقصد کے مطابق ڈھالا تھا تو یقیناً انہوں نے برطانوی پالیسی کو کامیاب بنانے اور برٹش مفادات کے تحفظ میں کونسی کسر اٹھا رکھی ہوگی اور اس کے بالمقابل گورنمنٹ کا اُن کی خدمات کو سراہنا اور حسنِ معاملہ یعنی وظیفوں اور خطابوں وغیرہ سے نوازنا بھی کاروباری معاملے کے تحت فطری بات تھی ——— جو پرزہ دہلی کالج کی برطانوی فیکٹری میں ڈھل کر تیار ہو جاتا فوراً اُسے ایسے مقام پر فٹ کر دیا جاتا تھا جہاں اُس کے مناسب ہو جانے کو گورنمنٹ ضروری یا مناسب سمجھتی تھی۔ اس لئے اِن حضرات کو برٹش گورنمنٹ کے کارندے بننے اور طلبِ معاش میں نکلنے کی ذراسی زحمت بھی گوارا نہیں کرنا پڑتی تھی۔ اس سلسلے میں پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری نے اپنے تاثرات یوں بیان کئے ہیں:۔

"اِن حضرات کے سرکاری اداروں میں تقرر کے لئے دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کو بھی ایک قسم کی سند خیال کیا گیا اور یہ سمجھا گیا ہو گا کہ یہ حضرات دہلی کالج کے ذریعے طریقۂ تعلیم وغیرہ سے واقف ہو چکے ہیں۔ ورنہ اتنی آسانی سے قدیم طرز کے فارغ التحصیل علماء کو گورنمنٹ سرکاری سکولوں، کالجوں اور محکمہ کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر نہیں کر سکتی تھی۔" [2]

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۷

[2] ایضاً : ص ۲۷

Marfat.com

دیوبند اور علی گڑھ میں برطانوی مفادات کی فیکٹریوں کا قیام:-

جب برٹش گورنمنٹ کو دہلی کالج کی فیکٹری (ادارے) سے فاضل پُرزے (برطانوی مفادات کے محافظ افراد) بنانے میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور ایسے پُرزے (افراد) بھی میسّر آ گئے جو اِن خطوط پر مزید فیکٹریاں بنانے اور کامیابی سے چلانے کی اہلیت بھی رکھتے تھے تو حکومتِ وقت نے دہلی کالج کی شاخ کے طور پر دیوبند اور علی گڑھ میں بھی دو مرکز قائم کر دیئے، اگرچہ یہ سب کچھ پوری راز داری کے ساتھ دہلی کالج کے تربیت یافتہ حضرات کے ہاتھوں ہوا ـــــ گر دہی مفادات پر پردہ ڈالتے ہوئے دیوبندیوں کے مشہور انقلابی عالم، مولوی عبیداللہ سندھی (المتوفی ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء) نے مذکورہ مراکز کے قیام کو اُس کی وجہ کے ساتھ منسلک کر کے یوں بیان کیا ہے:-

دو ۱۸۵۷ء میں اس جماعت کی مرکزی قوت میں سلطانِ دہلی کی طرفداری اور غیر جانبداری کی بنا پر ایک اختلاف رونما ہوا اور یہ جماعت دو حصّوں میں تقسیم ہو گئی۔ مولانا محمّد قاسم دہلی کالج کے عربی حصّہ کو دیوبند لے گئے اور سرسیّد احمد خاں نے انگریزی حصّہ کو علی گڑھ پہنچا دیا۔" [1]

زمانۂ حال کے اہلحدیث عالم، مولوی عبدالخالق قدوسی نے اِن دونوں مرکزوں کی انگریز دوستی اور برٹش نوازی کے بارے میں اپنے تاثرات یوں پیش کئے ہیں:-

"دِل کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بظاہر علی گڑھ فریق اور دیوبندی جماعت گورنمنٹ کے معاملہ میں قدم سے قدم ملاتے نظر آتے ہیں۔ دونوں کا مقصد علمی میدان میں مسلمان قوم کو آگے بڑھانا ہے۔ حصولِ مقصد کے لئے انگریز سے تعاون، وفاداری کو دونوں ہی ذریعہ سمجھتے ہیں۔" [2]

جب مدرسہ دیوبند قائم ہو گیا تو اس کے معاونین وارا کین کون بنے؟ اور وہ کون

---

[1] شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک، ص ۱۱۲

[2] ہفت روزہ، الاعتصام، لاہور، بابت ۹، اکتوبر ۱۹۷۰ء، ص ۶

Marfat.com

حضرات ہیں جن کا ہاتھ اس کے قیام میں بھی پوری طرح شامل ہے؟ اس امر کی کسی قدر وضاحت دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم، جناب قاری محمد طیب نے یوں فرمائی ہے۔

"اس بنا میں خصوصیت سے حضرت حاجی سید عابد حسین قدس سرہٗ، حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب قدس سرہٗ اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ قابلِ ذکر ہیں، جن کا ہاتھ ابتدا ہی سے تاسیسِ مدرسہ میں تھا۔ یہ حضرات خصوصیت سے حضرت نانوتوی صاحب قدس سرہٗ کے دست و بازو رہے ہیں اور بنا کے بعد بھی اس کی ذمہ دار مجلس کے رُکنِ رکین کی حیثیت سے مدرسہ کے تمام امور میں عملاً شریک رہے ہیں۔" [1]

بانیانِ مدرسہ میں دیو بندیوں کے شیخ الہند، مولوی محمود حسن دیو بندی (المتوفی ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) کے والد، مولوی ذوالفقار علی دیو بندی (المتوفی ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء) بھی تھے، جیسا کہ مذکور ہوا۔ یہ ایک عرصہ تک بریلی کالج میں مدرس رہے، پھر ڈپٹی انسپکٹر مدارس بنائے گئے تھے اور اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ [2]

بانیوں میں سے دوسرے صاحب، علامہ شبیر احمد عثمانی دیو بندی (المتوفی ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء) کے والد مولوی فضل الرحمٰن صاحب دیو بندی (المتوفی ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء) ہیں۔ یہ بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر فائز رہے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں بھی یہ اسی مسندِ رشد و ہدایت پر جلوہ افروز تھے [3] ——— اہلِ ملک اُن دنوں ایسے لوگوں کو جو ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر فائز ہوں، کالے پادری کہا کرتے تھے۔

جب مولوی ذوالفقار علی دیو بندی اور مولوی فضل الرحمٰن صاحب اپنی مدتِ ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہوئے تو حکومت نے اُن سے التجا کی ہو گی کہ ایک دینی مدرسہ قائم کر کے اپنی خدمات کا سلسلہ جاری رکھیے۔ کیونکہ اس میں فریقین کا بھلا ہے، یعنی

---

[1] تین بڑے مسلمان، مطبوعہ لاہور، بار دوم ۱۹۷۰ء، ص ۲۶
[2] مولوی محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی، ص ۲۶، ۳۸، ۴۵
[3] ایضاً: ص ۴۶

Marfat.com

سے

ہمارا کام ہو جائے تمہارا نام ہو جائے

تمنّا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

یا اسی بات کو دیوبندی حضرات کی محتاط زبان میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں حضرات کو دینی مدرسہ قائم کرنے کا الہام ہوا[1] ـــــ بہر حال ایک کھلے میدان میں انار کے درخت تلے مدرسہ دیوبند قائم ہو گیا۔ پہلے ہی سال بعض بیرونی ممالک کے طلبہ بھی اپنے اپنے ملک کو چھوڑ کر کھلے میدان میں پڑھنے کے لئے مدرسہ دیوبند میں آ داخل ہوئے۔ یونہی دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی ـــــ یہ مدرسہ کیوں قائم ہوا اور کن لوگوں نے قائم کیا؟ اس کے جواب میں مولوی عبدالحق صاحب قدوسی کا جواب یہ ہے:۔

" ایسے میں چند ایسے حضرات میدان میں آئے جن کی پوری تربیت گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں میں ہوئی تھی اور سرکاری ملازمت میں رہ کر وہ اپنے آپ کو گورنمنٹ کے وفادار ثابت کر چکے تھے۔ انہوں نے دیوبند میں ایک عربی دینی مدرسہ "دارالعلوم" کی بنیاد رکھ دی۔ اُوپر کے بیان کردہ پس منظر میں دیکھا جائے تو دینی تعلیم کا یہ اہتمام گورنمنٹ انگریزی کی منشا اور پالیسی کے مطابق تھا اور چونکہ اس پہلے دینی مدرسہ کے بانی اور صدر مدرس، دہلی کالج کے تربیت یافتہ اور سرکاری ملازمت میں رہ کر گورنمنٹ کا مکمل اعتماد حاصل کر چکے تھے۔ نیز یہ حضرات ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے اس لئے قدرتاً انگریزی گورنمنٹ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ بلکہ انگریزی ڈپلومیسی کی روشنی میں دیکھا جائے تو کوئی بعید نہیں کہ اس مدرسہ کے قیام میں اس حکومت کا کسی طرح کا ایماء شامل ہو۔"[2]

مدرسہ دیوبند کا سب سے پہلا صدر مدرس جس شخص کو بنایا گیا وہ مولوی مملوک العلی نانوتوی کے صاحبزادے مولوی محمد یعقوب نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء) تھے۔

---

[1] بیس بڑے مسلمان ۰ ص ۲۵

[2] ہفت روزہ، الاعتصام، لاہور، بابت ۲۳ر اکتوبر ۱۹۷۰ء، ص ۶

Marfat.com

دیوبندی مذہب سے تعلق رکھنے والے جناب پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں:-

"جب ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو مدرسہ اسلامیہ دیوبند قائم ہوا تو مولانا محمد یعقوب صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اُس وقت مولانا محمد یعقوب سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو چکے تھے۔"[1]

موصوف نے کن کن شہروں میں سرکاری فرائض انجام دیئے۔ پروفیسر موصوف نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے:-

"مولانا مملوک العلی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی اجمیر کالج میں مدرس مقرر ہوئے، پھر بنارس، بریلی اور سہارن پور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔"[2]

صدر مدرس، مولوی محمد یعقوب نانوتوی کے بارے میں اہلحدیث عالم، مولوی عبدالخالق قدوسی یوں لکھتے ہیں:-

"قیام مدرسہ کے بعد سب سے پہلے صدر مدرس کی حیثیت سے جس شخص کا تقرر ہوا، وہ مولانا مملوک العلی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی تھے۔ عجیب اتفاق ہے کہ بزرگ بھی ۱۸۵۷ء کے وقت اپنے عہدہ پر فائز تھے۔"[3]

راہزن خضر رہ کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

برٹش گورنمنٹ نے جب اپنے پروردہ علماء یعنی اسکالروں سے یہ مدرسہ قائم کروا لیا تو چند سال بعد اس کا خفیہ معائنہ کروایا گیا تاکہ دیکھا جائے کہ جس مقصد کی خاطر اس مدرسے کا قیام عمل میں آیا تھا وہ حاصل بھی ہو رہا ہے یا نہیں؟ اس معائنے کے بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں رقمطراز ہیں:-

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی، ص ۱۹۲
[2] ایضاً : ص ۳۸
[3] ہفت روزہ "الاعتصام"، لاہور، بابت ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء، ص ۶

Marfat.com

"اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی۔ ۳۱ر جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ، لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسٹر پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے معائنے کی چند سطور درج ذیل ہیں:— "جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں پر ہو رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ ممد و معاونِ سرکار ہے۔ یہاں کے تعلیم یافتہ ایسے آزاد اور نیک چلن (سلیم الطبع) ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ نہیں۔ کوئی فن ضروری ایسا نہیں جو یہاں تعلیم نہ ہوتا ہو۔ صاحب! مسلمانوں کے لئے تو اس سے بہتر کوئی تعلیم اور تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ غیر مسلمان بھی یہاں تعلیم پاوے تو خالی نفع سے نہیں۔ اے صاحب! سُنا کرتے تھے کہ ولایت انگلستان میں اندھوں کا مدرسہ ہے، یہاں آنکھوں سے دیکھا کہ دو اندھے تحریر اقلیدس کی شکلیں کفِ دست پر ایسی ثابت کرتے ہیں کہ باید و شاید۔" [1]

گورنر کے خفیہ معتمد کا اچانک معائنہ کرنا آخر کیوں؟ ایک انگریز افسر نے مدرسہ دیوبند کی اور وہاں کی تعلیم و معلمین کی تعریف کیا اس وجہ سے کی کہ وہاں اسلام کی خدمت ہو رہی ہے؟ انگریز خدمتِ اسلام سے خوش ہوتے تھے یا اس کے استحصال میں سکون محسوس کرتے تھے؟

یقیناً تعریف اسی لئے کی گئی ہوگی کہ برٹش گورنمنٹ کے استحکام کی جڑیں پاتال تک پہنچانے کا جو کام علی گڑھ، قادیان، دہلی اور لاہور میں ہو رہا تھا، یہ مدرسہ بھی کمال رازداری کے ساتھ وہی خدمت انجام دینے میں مصروف ہے۔ اسی مقصد کی خاطر گورنر نے معائنہ کروایا ہوگا، ورنہ کہاں ایک اسلامی مدرسہ اور کہاں حکومت کی جانب سے اس کی کارکردگی کا جائزہ؟ خود مسٹر پامر کا یہ اعتراف کہ:— "یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ ممد و معاونِ سرکار ہے"— حکومت کے مقاصد اور مدرسے کی پوری کارکردگی کا راز فاش کر دیتا ہے۔ مولوی عبدالخالق صاحب قدوسی نے اسی فقرے

[1] سولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی، ص ۲۱۷

Marfat.com

کے بارے میں اپنی رائے یوں ظاہر کی ہے :۔

"۱۸۶۵ء میں بننے والے اس دینی مدرسہ نے جذبۂ جہاد کو سرد کرنے کے لئے اہم کردار ادا کیا اور ہماری رائے میں یہی وہ خدمتِ جلیلہ ہے جسے مسٹر پامر اپنے الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ یہ مدرسہ ممد و معاونِ سرکار ہے۔" [1]

دل کے پھپولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

قیامِ مدرسہ دیوبند کے چھ ماہ بعد اسی مقصد کے تحت سہارن پور میں دوسرا دینی مدرسہ مظاہر العلوم کے نام سے رجب ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۵ء میں قائم کر دیا گیا۔ اس مدرسہ کے پہلے شیخ الحدیث مولوی محمد مظہر نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء) تھے۔ موصوف بھی مولوی مملوک العلی نانوتوی کے شاگرد، قریبی عزیز اور دہلی کالج کے تربیت یافتہ تھے۔ آگرہ کالج میں تعلیمی خدمات انجام دیتے تھے[2] ریٹائر ہونے پر انہیں بھی دینی مدرسہ قائم کرنے کا الہام ہوا ہو گا۔

اس مدرسہ میں مولوی محمد مظہر نانوتوی روحِ رواں تھے اور ان کا دستِ راست خود ان کا حقیقی بھائی مولوی محمد منیر نانوتوی تھے۔ یہ بھی دہلی کالج کے تربیت یافتہ اور مولوی مملوک العلی کے شاگرد تھے۔ قبل ازیں بریلی کالج میں تعلیمی خدمت سرانجام دیتے تھے[3] ریٹائر ہونے پر بر دو سال مدرسہ دیوبند کے مہتمم بھی رہے تھے ———

موصوف کے ایک بھائی کا نام مولوی محمد احسن نانوتوی (المتوفی ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء) ہے۔ یہ صاحب بھی دہلی کالج کے فیض یافتہ تھے۔ بنارس کالج اور بریلی کالج میں سرکاری فرائض ادا کئے تھے۔[4] ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے وقت یہ بریلی میں ہی رونق افروز تھے۔ اور اس وقت ایک جلسۂ عام کے اندر انہوں نے تقریر کرتے ہوئے برٹش گورنمنٹ

---

[1] ہفت روزہ، الاعتصام، لاہور، بابت ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶
[2] مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ جاوید پریس کراچی، ۱۹۶۶ء، ص ۱۵۴
[3] ایضاً : ص ۱۵۸
[4] ایضاً : ص ۳۹

Marfat.com

کے خلاف بغاوت کرنے اور ہتھیار اٹھانے کو خلافِ قانون قرار دیا تھا۔ ——— یہ ہے مدرسہ دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم، سہارن پور کے قیام اور قائم کرنے کی مختصر سی کہانی خود وہابی مصنفین کی زبانی۔ گویا:- ؎

اُنہیں کی محفل سنوارتا ہوں، چراغ میرا ہے رات اُن کی
اُنہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں، زبان میری ہے بات اُنکی

امام الوہابیہ اینڈ کمپنی کی برٹش نوازی

:- مناسب نظر آتا ہے کہ امام الوہابیہ، اُن کے وحی و عصمت والے امیر المومنین اور بعض اُن وہابی عمائد کے برٹش گورنمنٹ کے بارے میں تاثرات و جذبات پیش کر دئے جائیں جن کا آئندہ سطور میں تفصیلی ذکر نہیں ہے ——— چنانچہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے عاشقِ زار، سوانح نگار، مرزا حیرت دہلوی نے اِن کے پیر و مرشد جناب سیّد احمد صاحب بریلوی کے بارے میں یہ واقعہ بھی سپردِ قلم کیا ہے:-

"۱۲۳۱ھ تک سید احمد صاحب، امیر خاں کی ملازمت میں رہے۔ مگر ایک نامور کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرا دی اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر بعد ازاں دئے گئے اور جن پر آج تک امیر خاں کی اولاد حکمرانی کرتی ہے۔ دینے طے پائے تھے۔ لارڈ ہیسٹنگ، سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اُس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا:- امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سیّد احمد صاحب۔ سیّد احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اُتارا۔" [1]

نواب امیر خاں جیسے انگریزوں کے طاقتور حریف اور وسط ہند میں بپھرے ہوئے شیر کو حریف سے انگریزوں کا حلیف بنا دیا۔ یہ سیّد احمد صاحب کی برٹش نوازی کی

[1] حیات طیبہ، مطبوعہ لاہور، ص ۳۶۱

Marfat.com

وہ انتہائی حد ہے جس کا اندازہ اہلِ عقل و دانش ہی کر سکتے ہیں۔ اگر سید احمد صاحب انگریزوں کی خیر خواہی میں دُور نہ نکل گئے ہوتے تو انہیں انگریزوں کے دشمن، نواب امیر خاں کو شیشے میں اتارنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اگر سید احمد صاحب کی نواب کے ہاں ملازمت، اثر و رسوخ پیدا کرنے اور نواب تک باریابی کی کوششوں کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے واقعات اسی سلسلے کی ابتدائی اور پراسرار کڑیاں ہیں۔ تقدس کے لبادے میں یہ ساری کارگزاری کچھ اور ہی نظر آتی ہے۔

اسی طرح جب سید احمد صاحب اپنے پراسرار جہاد کی تیاریوں میں پوری طرح مصروف تھے تو کسی نے اُن سے پوچھا کہ آپ اتنی دور بسنے والے سکھوں سے تو جہاد کرنا چاہتے ہیں لیکن اُن انگریزوں سے لڑنے کی بات کیوں نہیں کرتے جو ہمارے گھر پر قابض ہیں، جنہوں نے ہماری آزادی سلب کر کے ہم سب کو اپنا غلام بنایا ہوا ہے۔ موصوف نے جو جواب دیا وہ مولوی محمد جعفر تھانیسری کے لفظوں میں یوں ہے:۔

"انگریزی سرکار گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم و تعدی نہیں کرتی اور نہ اُن کو فرائض مذہبی اور عبادتِ لازمی سے روکتی ہے۔ ہم اُن کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں، وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی۔ بلکہ ہم پر اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اُس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعتِ توحیدِ الٰہی اور احیائے سُننِ سید المرسلین ہے، سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصولِ مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرادیں"۔[1]

سید احمد صاحب نے حکومت کے بارے میں جو کچھ فرمایا، اُس میں سے اگر ان چند جملوں کی تہ میں جھانک کر دیکھا جائے کہ، ——— "مسلمانوں پر کوئی ظلم و تعدی نہیں کرتی ——— ہم اُن کے ملک میں ——— ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں ——— اور اصولِ مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرادیں" ———

[1] حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۱

Marfat.com

تو ان کی تہ میں محبت و عقیدت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا ہے ——— گویا۔

ے ملّا کو جو مسجد میں ہے سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

موصوف کی انگریز دوستی اور برٹش نوازی کہاں تک پہنچ گئی تھی۔ اِس بارے میں تھانیسری صاحب نے یہ وضاحت فرمائی تھی جس پر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک تو کسی وہابی مولوی نے اعتراض کیا نہ تھا۔ وہ بیان یہ ہے :۔

"اس سوانح اور مکتوبات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سیّد صاحب کا انگریزی سرکار سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر انگریزی سرکار اس وقت سیّد صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سیّد صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریزی اُس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھّوں کا زور کم ہو۔" لے

پچھلی عبارت میں اگر کچھ کمی رہ گئی ہو تو اِس عبارت نے وہ بھی پوری کر دی۔ معلوم ہو گیا کہ سیّد احمد صاحب فنافی النصارٰی ہو کر کرسیٔ اقتدار کے اتنی محبت و عقیدت سے پجاری ہو گئے تھے کہ انہیں حکومت کی ہر چیز اپنی اور اپنی ہر چیز حکومت کی نظر آنے لگی تھی، یعنی ایک جان اور دو قالب یا من تُو شدم تُو من شدی، من تن شدم، تُو جان شدی والا معاملہ ہو کر رہ گیا تھا، اسی لئے تو انگریز کی عملداری انہیں اپنی ہی عملداری نظر آتی تھی اور یہ ملک موصوف کو انگریزوں کا ملک نظر آتا تھا۔

اب متحدہ ہندوستان میں فرقہ سازی کے بانی، مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی آنجہانی کی انگریز دوستی کی رام کہانی بھی ملاحظہ فرمائی جائے۔ انگریزوں سے جہاد کرنے کے بارے میں موصوف کا نظریہ ایک واقعہ کے تحت سرسید احمد خان صاحب نے یوں بیان کیا ہے :۔

" ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھّوں پر جہاد کا وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے

لے حیات سیّد احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۱

Marfat.com

وعظ میں کسی شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کا وعظ کیوں نہیں کہتے ؟ وہ بھی تو کافر ہیں ۔ اس کے جواب میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیّت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی رُو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں ۔"[1]

موصوف کا بتایا ہوا ایک فرض تو سرسیّد احمد خان صاحب کے ذریعے معلوم ہو گیا ۔ دوسرے فرض کے بارے میں اُن کے سوانح نگار، مرزا حیرت دہلوی نے یوں وضاحت فرمائی ہے ۔

"کلکتہ میں جب مولانا اسمٰعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے، تو ایک شخص نے دریافت کیا، آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے ؟ آپ نے جواب دیا، اُن پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے ۔ ایک تو اُن کی رعیت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست درازی نہیں کرتے ۔ ہمیں اُن کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے ۔ بلکہ اُن پر اگر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اُس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں ۔"[2]

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے متبعین نے اِس فتوے پر ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے وقت صدقِ دل سے عمل کیا تھا ۔ اکثر مقامات پر تو لاتعلق ہو کر بیٹھ گئے تھے اور جہاں موقع مِلا یا سکت نظر آئی تو حریت پسندوں کے خلاف خوب نبرد آزمائی کی ——— انگریزوں کے اِس ملک سے چلے جانے کے بعد وہابی علماء اور مؤرخین نے دہلوی صاحب کی نام نہاد تحریکِ جہاد کا رُخ انگریزوں کی طرف پھیرنا شروع کر دیا ہے ۔ یہ تاریخ کے ساتھ مذاق اور انصاف کا خون کرنا ہے ۔ ایسے ہی حضرات کے بارے میں مولوی محمد اسمٰعیل پانی پتی

---

[1] ہنٹر برہنٹر، مطبوعہ لاہور، ص ۲۹

[2] حیاتِ طیبہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۲ء ص ۳۶۴

Marfat.com

نے لکھا ہے :-

"سرسید نے اس مضمون میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید انگریزی حکومت کے ہرگز ہرگز مخالف نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا بلکہ سرسید کے اس بیان کی تائید بعد کے متعدد مؤرخوں نے بھی کی ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن نے ترجمانِ وہابیہ مطبوعہ امرتسر کے صفحہ ۲۱، ۸۸ پر، نیز سوانح احمدی مؤلفہ محمد جعفر تھانیسری میں بیس مقامات پر، اسی طرح حضرت شاہ اسمٰعیل کے سوانح موسوم حیاتِ طیبہ کے صفحہ ۱۸۹، ۲۹۲، ۲۹۴ پر اس خیال کو پیش کیا گیا ہے۔ مگر حال میں بعض اصحاب نے ان حقائق کے برخلاف یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور حضرت شاہ اسمٰعیل کا اصل مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسے حضرات کا یہ بیان واقعات کے مطابق نہیں اور نہ اس دعوے کا کوئی واضح ثبوت موجود ہے۔" [۱]

ملک صاحب! آنجناب نے فرمایا تھا کہ :— اس فتنہ کی تخم ریزی گورنمنٹ برطانیہ نے کی — یہ سب کرشمے گورنمنٹ برطانیہ کے تھے — احقر آنجناب کے مجمل و مبہم ارشادِ گرامی کی تائید و تفصیل میں بعض مزید چہروں پر پڑے ہوئے خوشنما نقابوں کو ہٹانے، اُن بدنما چہروں کا اصل رنگ روغن اور خدوخال سب کو انتہائی دیانتداری اور پوری ذمہ داری کے ساتھ دکھانے کا مقدس فریضہ ادا کرتا ہے تاکہ بد دیانت قلمکاروں نے آج جو حق و باطل اور کھرے کھوٹے کو آپس میں خلط ملط کر دیا ہے اُس کا ازالہ ہو جائے اور ایک انصاف پسند کے لئے ان کا امتیاز کرنا ایسا آسان ہو جائے جیسے وہ رات اور دن، سفید اور سیاہ، سونا اور مٹی میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ پہچان لیتے ہیں۔

[۱] مقالاتِ سرسید، حصہ نہم، مطبوعہ لاہور، ص ۲۰۷

Marfat.com

ہاں اُن حضرات کا معاملہ ہی اور ہے جو اپنے علماء کو یہود و نصاریٰ کی طرح "اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ" بنا کر، نہ صرف اُن کی عقیدت و محبّت کے جال میں بال بال پھنسے ہوئے ہیں اور خدا پرستی کے نام پر حقیقت میں اُن لوگوں کی پرستش کی جا رہی ہے۔ اُن کے ارشادات کو خواہ وہ سو فیصد بھی غلط کیوں نہ ہوں لیکن اُن کی صحت و صداقت پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا جاتا ہے۔ آیات و احادیث کے مفہوم و مطالب کو بھی توڑ مروڑ کر اُن کے مطابق دکھا دیا جاتا ہے۔ ایسے حضرات سے نہ ہم مخاطب ہیں اور نہ اُن کا ہمارے پاس کوئی علاج، کیونکہ دلوں کا پھیرنا مقلب القلوب کے ہاتھ میں ہے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ـــــ لیکن، ـــــ

؎ خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ جس کو فکر ہو خود اپنی حالت کے بدلنے کا

ملک صاحب! یہ تو آپ حضرات بھی مانتے ہیں کہ وہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء) ہی تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی شروع ہوتے ہی جہاد کا فتویٰ جاری کروایا اور برسرِ اجلاس دہلی کی جامع مسجد میں علماء سے اُس کی تصدیق و تائید کرنے کی اپیل کی تھی[۱] علمائے اہلِ سنّت نے تصادیق و تقاریظ لکھ دیں۔ جو وہابی علماء بھرم رکھنے کی خاطر اُس وقت تصدیق کر بیٹھے تھے بعد میں وہ بھی منحرف ہو گئے۔ اُس وقت سیّد احمد صاحب کے ایک مرید اور موصوف کی تحریکِ جہاد کے سرگرم کارکن یعنی مولوی محبوب علی صاحب نے کیا پارٹ ادا کیا؟ اس کا جواب سرسیّد احمد خانصاحب کے اِس بیان میں ملاحظہ فرمایئے:۔

"شاید اس مضمون کے پڑھنے والے اِس عجیب بات کے سننے سے بھی خوش ہوں گے کہ مولوی محبوب علی صاحب وہی شخص تھے جن کو ۱۸۵۷ء میں باغیوں کے سرغنہ بخت خاں نے عین ہنگامۂ غدر میں طلب کیا اور اور اُن سے یہ درخواست کی کہ آپ اِس زمانے میں انگریزوں پر جہاد

---

[۱] "باغی ہندوستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۱۴۱

Marfat.com

کرنے کی نسبت اپنے فتویٰ پر اپنے دستخط کریں۔ مگر مولوی محبوب علی نے صاف انکار کیا اور بخت خاں سے کہا:۔ ہم مسلمان گورنمنٹ انگریزی کی رعایا ہیں۔ ہم اپنے مذہب کی رُو سے اپنے حاکموں سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور طرہ بریں یہ ہُوا کہ جو ایذا بخت خاں اور اس کے رفیقوں نے انگریزوں کی میموں کو دی تھی، اُس کی بخت خاں کو سخت لعنت ملامت کی۔"[1]

سیّد احمد صاحب کے ایک نامور مرید اور خلیفہ مولوی کرامت علی جون پوری بھی تھے۔ ۱۸۵۷ء میں جب متحدہ ہندوستان کے اکثر باشندے برٹش گورنمنٹ کے مظالم سے تنگ آکر بغاوت کا علم بلند کر چکے تھے۔ علمائے کرام نے اس تصادم میں حصّہ لینے کو جہاد قرار دے دیا۔ حاکم و محکوم اور ظالم و مظلوم میں ملک گیر اور ایسا خوفناک تصادم ہو گیا تھا کہ فریقین میں سے ایک کی موت اور تباہی یقینی تھی۔ حریت پسندوں نے سر دھڑ کی بازی لگائی ہوئی تھی۔ آزادی کی فضاؤں میں سانس لینے کے لئے اُن کا خون مچل رہا تھا۔ شمعِ آزادی کے پروانے اور لیلائے حریت کے مجنون و دیوانے ہونے کا قدم قدم پر وہ لوگ ثبوت پیش کر رہے تھے۔ آزمائش کے اُن ایام میں بھی مولوی کرامت علی صاحب اپنے پیر و مرشد کی روش پر سختی سے قائم رہے اور اپنے پیشوا کی طرح انگریز کی حمایت میں ایک فتویٰ جاری کر کے اپنی انگریز پرستی کا انمٹ ثبوت پیش کر دیا تھا۔ مشہور مؤرخ ولیم ہنٹر نے اس فتوے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یُوں اس کا ذکر کیا ہے:۔

"یہ بڑا ہی مبارک واقعہ ہے کہ جس ضلع (جون پور) سے ہندوستان کے سب سے بڑے مسلمان بادشاہ (اکبر) کے خلاف بغاوت کا فتویٰ شائع ہوا تھا، اُس نے ایک ایسا عالم بھی پیدا کر دیا جس کا فتویٰ انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کو سختی سے منع کرتا ہے۔"[2]

مولوی محمد اسحاق صاحب دہلوی نے جب اپنا بھرم رکھنے کی خاطر ۱۲۵۷ھ /

---

[1] ہنٹر پر ہنٹر، مطبوعہ لاہور، بار اوّل ۱۹۴۹ء، ص ۳۲

[2] ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص ۱۷۳

Marfat.com

۱۸۴۱ء میں حجاز مقدس کی جانب نکل جانے کے لئے رخت سفر باندھا تو وہابی بیڑے کا مولوی مملوک العلی نانوتوی کو امیر البحر بنا گئے۔ موصوف کے ایڈمرل بننے کا حکومت نے بھی جشن منایا کہ یہ ۱۵، ۱۶ سال سے دہلی کالج میں نائب صدر کی حیثیت سے کام کرتے آرہے تھے لیکن ۸ر نومبر ۱۸۴۱ء کو انہیں صدر مدرس بنا دیا گیا[۱] چونکہ موصوف دہلی کالج میں شعبۂ عربی کے صدر مدرس بن گئے تھے لہٰذا حکومت نے برٹش نواز علماء تیار کرنے کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دی۔ چونکہ یہ حکومت کی نشا کے مطابق علماء کی خاطر خواہ کھیپ تیار کرتے رہتے تھے اس لئے انگریز افسر خواہ وہ کالج کے پرنسپل ہوں یا حکومت کے دوسرے کارندے، سب موصوف سے خوش اور ان کی کارکردگی سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اس حقیقت کو پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری نے یوں سپرد قلم کیا ہے:

"دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپلوں کے وہ معتمد تھے۔ کالج کی رپورٹوں سے واضح ہوتا ہے کہ انگریز پرنسپل مولانا مملوک العلی پر بہت اعتماد کرتے تھے اور ہر سالانہ رپورٹ میں ان کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ ایک موقع پر گورنر جنرل بہادر نے مولانا مملوک علی کو انعام سے بھی نوازا۔ صورت یہ ہوئی کہ ۱۵ر تا ۱۷ر نومبر کو گورنر جنرل بہادر نے دہلی میں دربار کیا۔ ۱۷ر نومبر کے دربار میں ۲۷ حضرات کو انعام و اکرام سے نوازا۔ مولانا مملوک علی مدرس اول کو خلعت سہ پارچہ مرحمت ہوا۔"[۲]

دہلی کالج کے فیض یافتہ، مولوی مملوک العلی کے شاگرد جناب مولوی سمیع اللہ دہلوی (المتوفی ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) بڑے چلتے پرزہ تھے۔ اپنی تربیت کا دل کھول کر کرشمہ دکھایا۔ مسلمانوں کے مفادات پر کاری ضربیں لگانے اور استعمار مغرب کو مضبوط و مستحکم کرنے میں خاصا نام پیدا کیا تھا۔ پروفیسر مذکور نے آپ کے کارناموں پر یوں روشنی ڈالی ہے:

"۱۶ر دسمبر ۱۸۸۲ء کو مولوی سمیع اللہ مصر میں انگریزوں کے استعمار کو مضبوط کرنے کی غرض سے پولیٹکل مشن پر مصر گئے اور وہاں انہوں نے جمال الدین

۱؎ مولانا محمد حسین نانوتوی، مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۴

۲؎ ایضاً: ص ۱۷۶

Marfat.com

افغانی کی تحریک کو نقصان پہنچایا۔ اِن خدمات کے صلہ میں اِن کو سی یا ایم ۔جی کا خطاب مِلا" ۔[1]

؎ انہیں بھی تو دامن سے دھو ڈالیے گا
مِرے خون کے کچھ نشاں اور بھی ہیں

اِسی دہلی کالج کے تربیت یافتہ اور مولوی مملوک العلی کے شاگردوں میں سے ایک مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی (المتوفی ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء) بھی تھے ۔موصوف کے سوانح نگار، یعنی افتخار عالم صاحب بلگرامی نے برٹش گورنمنٹ کی ستائش میں ان کا ایک بیان یوں نقل کیا ہے :۔

"شکر ہے کہ ہم رعایا بھی بنے تو ایسوں کی، جن کی عملداری میں ہم کو اپنی (مسلمانوں کی) سلطنت سے زیادہ آرام و آسائش ہے ۔" [2]

مولوی محمد احسن نانوتوی (المتوفی ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء) بھی دہلی کالج کے تربیت یافتہ اور مولوی مملوک علی کے شاگرد تھے ۔ یہ مظاہر العلوم کے نام سے سہارن پور میں اینگلو انڈین دینی مدرسہ قائم کرنے والے مولوی محمد مظہر نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء) اور مولوی محمد منیر نانوتوی (المتوفی غالباً ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء) کے چھوٹے بھائی تھے ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے وقت یہ بریلی کالج میں سرکاری فرائض سرانجام دیتے تھے اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد مولوی فضل الرحمٰن دیو بندی اُن دنوں بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے ۔ اِس مسلح تصادم کے موقع پر بھی مولوی محمد احسن نانوتوی کی تمام تر ہمدردیاں برٹش گورنمنٹ کے ساتھ تھیں ۔چنانچہ اس کا ایک واقعہ پروفیسر محمد ایوب قادری نے یوں بیان کیا ہے :۔

"۲۳ مئی ۱۸۵۷ء کو نمازِ جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے ۔ نواب بہادر خاں، کمشنر بریلی مسٹر الیگزینڈر کے

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی ص ۱۸۴
[2] حیاتِ نذیر، مطبوعہ شمس پریس دہلی، ص ۱۳۷

Marfat.com

بظاہر مددگار تھے اور نواب صاحب پر کمشنر بریلی کو پورا اعتماد تھا۔ اس سلسلے میں ایک انگریز مؤرخ رقمطراز ہے :۔ "پچھلی صدی کے محافظ (حافظ رحمت علی کے پوتے خاں بہادر نے کمشنر بریلی کی کوشش کی پوری پوری تائید کی اور کالج (بریلی کالج) سے منسلک ایک مولوی (مولوی محمد احسن نانوتوی) نے مسجد میں تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ شرع ہے"[1] معلوم ہوا کہ بریلی شریف میں برٹش نواز صرف یہی مولوی صاحب تھے۔ موصوف کی مذکورہ تقریر کا بریلی کے غیور اور حریت پسند مسلمانوں پر کیا اثر ہوا، یہ بھی موصوف ہی کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیے :۔

"اس تقریر نے بریلی میں آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہوگئے۔ اگر کوتوالِ شہر، شیخ بدرالدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو اِن کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔"[2]

قارئین کرام پر بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ واقعی دہلی کالج میں کس قسم کے علماء تیار کیے جارہے تھے۔ ہم نے اِس کالج کو اینگلو انڈین علماء ساز فیکٹری لکھا ہے تو حقائق و واقعات کی بنا پر ہی لکھا ہے۔ خدا شاہد ہے کہ اِس میں تعصب یا نفسانیت کا ذرا بھی دخل نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی اس حق گوئی کا برا منائے اور احقر کو موردِ الزام ٹھہرائے لیکن جو حضرات حقیقت کو اس کی اصل صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں اُن کے سامنے اِس ناچیز نے یہ مختصر سا۔ لیکن صاف اور شفاف آئینہ رکھ دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اِس میں کتنے ہی چہرے بالکل واضح نظر آجائیں گے۔ تفصیل کے شائق حضرات ہماری تصنیف مشعلِ راہ مطبوعہ لاہور کی جانب رجوع کریں کیونکہ وہ ایسے چہروں کو دیکھنے کے لئے بہت ہی وسیع و عریض تاریخی آئینہ ہے۔

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی، ص ۵۰

[2] ایضاً، ص ۵۱

Marfat.com

غیر مقلدین کی برٹش نوازی :- اِس پارٹی کے بانی اور سرگردہ تو میاں نذیر حسین دہلوی تھے۔ لیکن اِس نئے مذہب کی مولوی محمد حسین بٹالوی (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) جس مستعدی سے وکالت اور ترویج و اشاعت کر رہے تھے، اِس کے باعث انہیں پوری جماعت کا نفسِ ناطقہ سمجھا جاتا تھا۔ موصوف نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کو خلافِ شرع بتاتے ہوئے ایک فتویٰ رسالے کی شکل میں شائع کیا۔ اُس پر تصدیق و تائید میں تمام غیر مقلد علماء کی مہریں کروائی گئیں اور متحدہ ہندوستان کے طول و عرض میں اُسے دھوم دھام سے مشتہر کیا گیا۔ اُس میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی گئی ہے :-

"مفسدۂ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بحکمِ قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی، بدکردار تھے۔ اکثر اُن میں عوام کالانعام تھے۔ بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علومِ دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ۔ باخبر و سمجھ دار علماء اُس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اُس فتویٰ پر جو اُس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسد لئے پھرتے تھے، انہوں نے خوشی سے دستخط کئے۔ اِس کی تفصیل ہم اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۸ میں کر چکے ہیں۔" [1]

موصوف کے اِس رسالے کے ٹائٹل پر فخریہ یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں :-

"پنجاب کے نامور و ہر دلعزیز لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچی سن صاحب بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی وغیرہ وغیرہ نے اپنے نامِ نامی سے اس کا ڈیڈیکیٹ ہونا منظور فرمایا۔" [2]

مولوی محمد حسین بٹالوی کے اس رسالے اور فتوے کی تمام غیر مقلد علماء نے تائید

---

[1] الاقتصاد فی مسائل الجہاد، مطبعہ وکٹوریہ پریس لاہور، ص ۴۹

[2] ایضاً : ٹائٹل پیج

Marfat.com

تصدیق کی اور اس پر اپنی تقریظیں لکھنا باعثِ فخر شمار کیا۔ موصوف کے اس رسالے کے بارے میں ناشرِ غیر مقلدیت، نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی (المتوفی ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء) نے یوں اپنی رائے ظاہر کی ہے:-

"۱۸۵۷ء میں مولوی محمد حسین سرگروہِ موحدینِ لاہور بجواب وسوال و مسئلہ اور اس فتویٰ کے آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند، مسلمانانِ ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانے چاہیئے یا نہیں؟ یہ جواب دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جہاد جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا بمقابلہ اُس حاکم کے کہ جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے اور از روئے شریعتِ اسلام عموماً خلاف و ممنوع ہے اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے جس نے آزادئ مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔"[۱]

پوری جماعت کی جانب سے اِس فتوے کی تائید کا ذکر نواب موصوف نے یوں کیا ہے:-

"پھر مولوی محمد حسین نے اپنے اس دعوے اور جواب کی تصدیق میں کل علمائے ملکِ پنجاب و اطرافِ ہند کے پاس اپنے جوابی فتویٰ کو بھیج دیا اور اچھی طرح مشتہر کیا اور کل علماء ہند و ملک پنجاب سے اِس بات کی تصدیق میں اقرار مہری اور دستخطی کرالیا کہ عموماً مسلمانانِ ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلافِ مسئلِ سنت و ایمانِ موحدین ہے اور نیز کل علماء ملک پنجاب و ہند نے تائید قول مولوی محمد حسین کی کی ہے اور اپنے اپنے دستخط و مہر کرکے مولوی محمد حسین کو اس فتویٰ میں بہت سچا اور پکا کہا ہے اور سب نے اپنی اپنی رضائے اسلامی و ایمانی سے اس فتویٰ کو قبول کیا ہے اور جانا اور مانا ہے کہ بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اٹھانا خلاف ایمان و اسلام کے ہے۔ پھر مولوی محمد حسین نے اِس بات کی استدعا کی تھی کہ وہابیانِ

---

[۱] ترجمانِ وہابیہ، مطبوعہ امرتسری، ص ۱۲۰

Marfat.com

ملکِ ہزارہ کے نزدیک ایک عالم ایلچی بذریعہ مسلمانانِ ہند کے بھیجا جاوے اور وہ مع اِس فتوے کے جاکر اس ناسمجھ کردہ کو مطلع کر دے کہ جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کے ممنوع ہے اور نیز اُن کو آگاہ کر دے کہ اُن کی اس نافہمی سے خونریزی وجہاد وقتال پر سخت گناہ ثابت ہے اور سب کا گناہ اُن کے سر پر وارد شرعی ہے اور جوکہ از روئے شریعتِ اسلام برٹش گورنمنٹ ہند سے جہاد کرنا خلافِ طریقۂ اسلام و شریعت حقہ کے ہے۔ اس لئے اُن کو خیر خواہیٔ گورنمنٹ ہند میں برابر مستعد رہنا چاہیئے۔" [۱]

پروفیسر محمد ایوب قادری نے مذکورہ فتوے کے بارے میں یہ وضاحتی بیان سپردِ قلم کیا ہے:-

"مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکارِ برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" ۱۲۹۲ھ میں لکھا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ یہ رسالہ سرچارلس ایچی سن اور سرجیمس لائل گورنرانِ پنجاب کے نام معنون کیا گیا۔ مولوی محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد ۱۲۹۶ھ میں رسالہ اشاعۃ السنۃ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطور ضمیمہ شائع کیا، پھر مزید مشورہ اور تحقیق کے بعد ۱۳۰۶ھ میں باضابطہ کتاب کی صورت میں شائع ہوا۔" [۲]

مشہور غیر مقلد عالم، مولوی مسعود عالم ندوی نے اس سلسلے میں یہ انکشاف بھی کیا ہے:-

"معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اِس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔" [۳]

مولوی محمد حسین بٹالوی کو اپنے اِس فتوے پر بڑا ناز تھا۔ وہ برٹش گورنمنٹ کی وفاداری اور خیر خواہی میں یہ اپنا اتنا بڑا کارنامہ شمار کرتے تھے کہ دوسرے اُن کے نزدیک اِس کی

---

[۱] ترجمان وہابیہ، مطبوعہ امرتسر، ص ۱۲۰

[۲] مقدمہ حیاتِ سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۲۵

[۳] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، مطبوعہ دہلی ۱۳۶۸ھ، ص ۲۹

Marfat.com

گرد راہ کو بھی نہیں پا سکے تھے ـــــ موصوف کے اس کارنامے کی ہمہ گیری سے کسی منصف مزاج کے لئے انکار کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ جہاں یہ فتویٰ حکومت کے لئے پروانۂ استحکام تھا وہاں اسلامیانِ ہند کے حلقوم پر چھری رکھ دینے یا انہیں کلوروفارم سنگھا دینے کے مترادف تھا۔

پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری نے اِس رسالے کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"اگرچہ اس مضمون (منسوخیٔ جہاد) کے رسائل گورنمنٹ اور ملک کے خیر خواہوں نے بھی لکھے ہیں لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالے میں ہے وہ آج تک کسی تالیف میں نہیں پائی جاتی۔ وہ یہ ہے کہ رسالہ صرف مؤلف کا خیال نہیں رہا اس گروہ (غیر مقلدین) کے عوام و خواص نے ..... اس کو پسند کیا اور اس سے اپنے آراء کا توافق ظاہر کیا۔ اِس توافق رائے حاصل کرنے کے لئے مؤلف نے عظیم آباد پٹنہ تک ایک سفر کیا تھا، جس میں لوگوں کو یہ رسالہ سُنا کر اتفاق حاصل کیا اور جہاں خود نہیں پہنچا وہاں اِس رسالے کی متعدد کاپیاں ارسال کر کے توافق حاصل کیا۔"[1]

مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) اور سر سید احمد خاں صاحب (المتوفی ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء) کا خیال تو یہی تھا کہ برٹش گورنمنٹ کی وفاداری اور خیر خواہی میں اُن کا حریف پورے متحدہ ہندوستان کے اندر پشاور سے راس کماری تک کوئی نہیں ہے لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی کو اپنی بھاری بھر کم کارگزاری پر ناز تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ میں اُن دونوں حضرات سے بھی بازی لے گیا ہوں۔ بہر حال اس امر کا فیصلہ تو اِن حضرات کے معتقدین و متبعین ہی بہتر کر سکتے ہیں کہ ان تینوں میں سے گوئے سبقت کون لے گیا تھا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے موصوف کے ایسے ہی ایک فخریہ بیان کو اُن کے رسالہ اشاعۃ السنۃ، لاہور کی جلد ۸، شمارہ ۹ کے صفحہ ۲۶۲ سے یُوں نقل کر کے پیش کیا ہے:۔

---

[1] مقدمہ حیات سید احمد شہید، شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۲۵

Marfat.com

"اِس گروہ اہلحدیث کے خیر خواہ وفادار رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے کی ایک بڑی اور روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس امر کو اپنے قومی وکیل اشاعۃ السنۃ کے ذریعے سے جس کے نمبر ۱۰، جلد ۴ میں اس امر کا بیان ہوا ہے (اور وہ نمبر ہر ایک لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا میں پہنچ چکا ہے) گورنمنٹ پر بخوبی ظاہر اور مدلل کر چکے ہیں جو آج تک کسی اسلامی فرقہ رعایا گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کیا اور نہ آئندہ کسی سے اس کے ظاہر ہونے کی اُمید ہو سکتی ہے۔" [1]

یہ تو ملک حسن علی صاحب ہی شاید بہتر بتا سکیں کہ بٹالوی صاحب کے بیان،۔ یہ لوگ (غیر مقلدین) برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں ـــــ کی تہ میں کیا نظر آ رہا ہے؟ موصوف کو نصاریٰ کی غلامی میں آزادی کی نسبت کونسی خوبی اور بہتری نظر آتی تھی؟ اگر اس بیان میں بھی کوئی ابہام رہ گیا ہو تو اور بھی واضح بیان ملاحظہ فرمائیے، جس سے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ موصوف کی انگریز پرستی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر تھی۔ انہوں نے فرمایا ہے:۔

"یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اس سلطنت میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ اُن کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اِس خصوصیت سے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام واستحکام سے زیادہ مسرت ہے اور اِن کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔" [2]

ملک صاحب! جب غیر مقلدین کو برٹش گورنمنٹ کے قیام واستحکام سے دلی مسرت ہوتی تھی تو جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اُن لٹیروں نے بوریا بستر گول کیا تھا

---

[1] مقدمہ حیات سید احمد شہید، شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۲۷

[2] ایضاً ص ۲۷

Marfat.com

تو آپ کی جماعت کو غور تو فرمایئے کتنا افسوس ہوا ہوگا ؟ اور جب یہ حضرات اس ظالم حکومت کے قیام واستحکام پر مبارکباد کے نعرے لگا رہے تھے تو پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے پر اس مملکتِ خداداد کے لئے یہ دل ہی دل میں مردہ باد کہتے ہوں گے یا نہیں ؟ وہابی حضرات کی جانب سے قیامِ پاکستان کی راہ میں قدم قدم پر روڑے اٹکانا اور مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا اسی لئے تو تھا۔ جب ان حضرات کی پوری مخالفت کے باوجود بھی پاکستان بن گیا تو اِن حضرات کی یہ پوری کوشش رہی کہ کسی طرح یہ حقیقت میں اسلامی مملکت نہ بن جائے ورنہ ہمیں جعفر وصادق کی صف میں کھڑا ہونا پڑے گا اور اس میں ہمارے نوزائیدہ فرقے، کل پرسوں کے گھڑے ہوئے اسلام کو پھلنے پھولنے کا کوئی موقع نہیں دیا جائے گا۔

ملک صاحب کے لئے اگر بارِ خاطر نہ ہو تو غیر مقلد پارٹی کے بانی، انگریزی راج کے خلد آشیانی، برٹش گورنمنٹ کے دلبر جانی، سورج گڑھی شیخ الکل میاں نذیر حسین آنجہانی (المتوفی ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) کی برطانیہ نوازی بھی ملاحظہ فرمائی جائے۔ جماعت میں موصوف کی سیاسی حیثیت بھی یہ تھی :-

" مولوی محمد حسین بٹالوی کی پوری پالیسی میں شمس العلماء، شیخ الکل، میاں نذیر حسین ممد ومعاون بلکہ سرپرست وسرخیل رہے اور صادق پور کے بجائے مرکزِ قیادت دہلی اور لاہور منتقل ہو گیا۔" [۱]

اس وضاحت کے بعد موصوف کی برٹش نوازی کے بارے میں مزید تحقیق وتفتیش کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ معلوم ہو گیا ہے کہ بٹالوی صاحب کی ساری بھاگ دوڑ اِن کی سرکردگی میں تھی۔ یہ نوزائیدہ ٹولے کے صدرِ محترم اور وزیرِ اعظم تھے۔ اِن کے دستخط چلتے تھے اور اُن کے جوہر کھلتے تھے۔ قیادت بڑے میاں کی جھولی میں تھی اور سیاست کی دلہن صاحبہ مرزا غلام احمد قادیانی کے یار اور براہینِ احمدیہ کے تقریظ نگار، عالیجناب بٹالوی جی کی ڈولی میں تھی ——— مگر میاں نذیر حسین کی برٹش نوازی کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے مزید حوالے پیش کر دیئے جاتے ہیں۔ موصوف کے سوانح نگار مولوی فضل حسین بہاری اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں :-

[۱] مقدمہ حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۲۰

Marfat.com

" اس کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے۔ زمانۂ غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے بعض معتمد اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا تو میاں صاحب نے نہ اُس پر دستخط کیا نہ مُہر۔ وہ خود فرماتے تھے کہ میاں! وہ ہلڑ تھا، بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا .... بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے۔ مگر وہ باغیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے، کہتے تو کیا کرتے؟" [1]

۱۸۶۴ء کے مقدمۂ بغاوت میں دیگر وہابی عمائد کے ساتھ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی بھی پکڑے گئے لیکن تھوڑے عرصے بعد ہی انہیں رہا کر دیا گیا۔ موصوف کو رہا کیوں کیا گیا، یہ سوانح نگار کے لفظوں میں ملاحظہ ہو:۔

" وہ جس طرح ۱۸۵۷ء میں مسز لیسنس کی جان بچانے سے وفادار ثابت ہوئے تھے اسی طرح ۶۵-۱۸۶۴ء کے مقدمۂ بغاوت میں بھی بے لگاؤ ٹھہرے"۔ [2]

میاں نذیر حسین صاحب ۱۳۰۰ھ میں حج بیت اللہ کی تیاریاں کر چکے تھے لیکن جس حرم میں جا کر جانور بھی بے خوف ہو جاتے ہیں وہاں میاں صاحب کو اپنے لئے زبردست خطرہ نظر آ رہا تھا کیونکہ حجاز مقدس کی حکومت اس وقت تک مبتدعین وضالین کا محاسبہ کرتی رہی تھی۔ میاں صاحب اہلِ حق کی جماعت اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت سے علیحدہ اپنی غیر مقلد ٹولی بنا بیٹھے تھے۔ لہٰذا خطرہ کیوں محسوس نہ ہوتا۔ دریں حالات موصوف نے نصاریٰ سے استمداد و استعانت کی۔ برٹش گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدیداروں سے امن و عافیت کا سفارشی پروانہ حاصل کر کے خانۂ خدا کی طرف روانہ ہوئے۔ مولوی فضل حسین بہاری نے اس واقعے کو یوں بیان کیا ہے:۔

" ۱۳۰۰ھ میں جب میاں صاحب نے حج کا مصمم ارادہ کر لیا تو اس خیال

---

[1] الحیاۃ بعد المماۃ، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء، ص ۱۲۵

[2] ایضاً : ص ۱۲۷

Marfat.com

سے کہ مخالفین ایذا رسانی میں کچھ کم حصّہ نہیں لیں گے اور یہ موقع اُن کے لئے اوقات مغتنمہ سے ثابت ہوگا۔ آپ نے کمشنر دہلی سے ملاقات کرکے حج بیت اللہ اور زیارتِ مدینہ طیبہ وروضۂ مطہرہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ ظاہر کیا۔ کمشنر دہلی نے آپ کو ایک چھٹی مؤرخہ ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء کو دی، جس کی بجنسہٖ نقل معہ ترجمہ اُردو ہدیہ ناظرین ہے۔" [۱]

میاں صاحب نے سرزمینِ حجاز میں داخل ہونے کی خاطر گورنمنٹ سے استعانت کرتے ہوئے جو چھٹی دہلی کے سروس کمشنر و سپرنٹنڈنٹ مسٹر جے۔ ڈی۔ ٹریملٹ بنگال سے حاصل کی۔ اُس کا اُردو ترجمہ میاں صاحب کے سوانح نگار مولوی فضل حسین بہاری نے یوں پیش کیا ہے:۔

"مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ وہ اپنے فرضِ زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ اُن کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔" [۲]

حج بیت اللہ کے لئے جانے سے پیشتر موصوف نے دوسری چھٹی مسٹر لیسنس سے حاصل کی جس کی میم صاحبہ کی جان آپ نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے دوران بچائی تھی۔ دوسری چھٹی کے بارے میں میاں صاحب کے سوانح نگار نے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے:۔

"دوسری چھٹی مسٹر لیسنس نے بنام کونسل مقیم جدہ کے دی جس میں آپ کی خیرخواہئ زمانۂ غدر کا مفصل بیان تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتادیا تھا کہ ان کے مخالفین بھی بہت ہیں اور اُن میں سے بعض مکہ معظمہ میں یہاں سے بھاگ کر مقیم ہوگئے ہیں۔ مسٹر لیسنس نے یہ بھی استدعا کی تھی کہ برٹش گورنمنٹ

۱۔ الحیاۃ بعد المماۃ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۸، ۱۳۹

۲۔ ایضاً: ص ۱۴۰

Marfat.com

کاؤنسل کا فرض ہے کہ ان کو ان کے مخالفین کے شر وفساد سے بچائے۔"[1]

مکہ معظمہ میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کا فرقہ سازی وفتنہ سازی کے باعث شدید مواخذہ ہوا۔ گورنر کے حکم سے آپ کو پابندِ سلاسل کر دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی موصوف کی گمراہی وگمراہ گری اور برٹش نوازی میں ذرا فرق نہ آیا، بلکہ انہوں نے گورنر کے روبرو جو بیان دیا وہ ان کے سوانح نگار نے یوں نقل کیا ہے :-

ہندوستان میں اس وقت انگریزی حکومت ہے۔ وہاں ہر مذہب والا آزادی کے ساتھ اپنے شعائرِ مذہب ادا کرنے کا مجاز ہے۔ کوئی مسلمان نہ جمعہ سے روکا جاتا ہے نہ جماعت سے۔ اور یہاں اسلامی سرزمین اور مسلمانوں کی حکومت میں ہم لوگ طوائفِ کعبہ اور جمعہ وجماعت سے مجبور ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں کہ انگریزی گورنمنٹ ہم مسلمانوں (غیر مقلدین) کے لئے خدا کی رحمت ہے۔"[2]

کاش! میاں صاحب اُس بے راہ روی کو چھوڑ دیتے جس کے باعث مواخذہ ہو رہا تھا۔ چند روزہ زندگی کی راحت کے لئے آخرت کو خراب نہ کرتے۔ برٹش گورنمنٹ کی رضا جوئی پر خدا کی رضا کو ترجیح دیتے تو اُن کا اپنا ہی بھلا تھا۔ لیکن موصوف نے دار وگیر کے باوجود بھی تخریبِ دین وافتراق بین المسلمین کا کھیل جاری رکھا، حکومتِ وقت سے برابر رشتۂ یاری رکھا، جس کے باعث آخر کار حکومت نے انہیں شمس العلماء بنا دیا :-

شمس العلماء کا خطاب (میاں نذیر حسین دہلوی کو) گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء مطابق ۲۱ محرم ۱۳۱۵ھ بروز شنبہ کو ملا۔"[3]

اب غیر مقلدیت کے سرکاری محافظ وناشر، جناب نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی (المتوفی ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) کی برٹش نوازی کی کہانی خود اُن کی زبانی سُن لیجیے۔ موصوف

---

[1] الحیاۃ بعد المماۃ، مطبوعہ کراچی ص ۱۴۰، ۱۴۱

[2] ایضاً : ص ۱۶۱، ۱۶۲

[3] (ل) ایضاً : ص ۱۸۰ (ب) تاریخ اہلِ حدیث، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۳ء، ص ۴۳۰ (ج) تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء، ص ۲۰

Marfat.com

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں :-

" آجکل عام مسلمان جن کو علم و فہم سے بہرہ نہیں بلکہ اکثر اربابِ دُول و حکومت جنہیں اسلام کی خوبیوں سے اور ایمان کی باتوں سے بالکل واقفیت نہیں، جس کو جہاد سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں فتنہ کے سوا اور کچھ نہیں تھا " [۱]

موصوف نے اسی سلسلے میں یہ بھی فرمایا ہے :-

" جس کا جی چاہا اور اس کو وسوسہ سرداری نے گھیرا وہی سرکار سے باغی ہو کر لڑنے کو کھڑا ہوگیا اور اس لڑائی کو جہاد ٹھہرایا، حالانکہ وہ جہاد نہ تھا سراسر فتنہ تھا " [۲]

نواب صاحب تو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں حصّہ لینے والوں یعنی شمعِ حریّت کے پروانوں کو مفسد، باغی اور فتنہ پرداز ٹھہرا رہے ہیں لیکن موصوف کی معنوی ذرّیت آج یہ کہتے نہیں تھکتی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں وہابیوں نے بھرپور حصّہ لیا تھا۔ معلوم نہیں آج انہیں اپنے بڑوں کی زبانی مفسد، باغی اور فتنہ پرداز بننے میں کونسی خوشی محسوس ہوتی ہے —— حقیقت صرف یہ ہے کہ مبتدعینِ زمانہ لوگوں کو دھوکا دینے کی خاطر وقت کے تقاضوں کو دیکھ کر بھیس بدلتے ہی رہتے ہیں۔ اُس جنگِ آزادی کے بارے میں وہابیوں کے حصّہ نہ لینے کا نواب صاحب نے یُوں اپنے لفظوں میں اظہار فرمایا ہے :-

جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکامِ انگلشیہ سے برسرِ عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدانِ مذہبِ حنفی تھے، نہ متبعانِ سنّتِ نبوی " [۳]

یہ بھی نواب صاحب کی زبانی ہی سماعت فرمائیے کہ متحدہ ہندوستان میں بسنے والے مسلمان کس جماعت سے تعلق رکھتے آئے اور اس جماعت سے وہ کیوں متعلق رہے :-

" خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام

---

[۱] ترجمانِ وہابیہ، مطبوعہ امرتسر، ص ۲۸

[۲] ایضاً : ص ۳۰

[۳] ایضاً : ص ۴۷

Marfat.com

آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اُس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک جمِ غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلوی والا بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے بھی شریک تھے۔" [1]

دوسرے مقام پر اس بارے میں نواب صاحب یوں بھی رقمطراز ہیں۔

"حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے اُن کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ (متحدہ ہندوستان) دارالاسلام ہے۔" [2]

موصوف کے اس ارشادِ گرامی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ہندوستان کے اکثر مسلمان مذہب سُنّی رکھتے ہیں۔" [3]

واقعی انگریز کی آمد سے پہلے اس ملک میں سارے اہلسنّت وجماعت یعنی حنفی المذہب ہی تھے جبکہ صرف آٹے میں نمک کے برابر شیعہ حضرات بھی ایک عرصے سے موجود تھے۔ رہے وہابی، اہلحدیث، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی، مرزائی وغیرہ جتنی قسم کے بھی مدعیانِ اسلام پائے جاتے ہیں یہ ساحرینِ برطانیہ کی شعبدہ بازی کے کرشمے اور اُن کی اسلام دشمنی کی زندہ یادگاریں ہیں۔ دیوبندی حضرات اگرچہ سُنّی و حنفی ہونے کے مدعی ہیں لیکن عقائد میں وہابیت اختیار کر لینے کے بعد بعض فروعی مسائل میں احناف کی مطابقت عوام الناس کو اپنے جال میں پھنسانے کی غرض سے اختیار کی گئی ہے۔ غیر مقلد وہابیہ سے عوام الناس کی نفرت کو دیکھ کر برٹش گورنمنٹ نے کتابِ وہابیت کا یہ نفاق آمیز ایڈیشن شائع کیا تھا۔ خیر ذکر تھا نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی کی برٹش نوازی کا۔ موصوف نے مخالفین حکومتِ انگریز کے بارے میں اپنا یہ نوابی فتویٰ جاری فرمایا تھا۔

[1] ترجمانِ وہابیہ، مطبوعہ امرتسر، ص ۲۰

[2] ایضاً، ص ۲۹

[3] ایضاً، ص ۲۷

Marfat.com

"وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے جس نے آزادگیٔ مذہب دی ہے، ہتھیار اُٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں، کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔" [1]

ملک صاحب سے ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اپنے نواب صاحب کی زبانی برٹش گورنمنٹ کی قصیدہ خوانی سماعت فرمائیں۔ خود یاد کریں اور دوسروں کو بھی سنائیں۔ اگر درست ہے تو اس آواز کو گھر گھر پہنچائیں ورنہ اپنے بڑوں کی کرتوت پر مل بیٹھ کر سارے شرمائیں۔

صاحب نے فرمایا ہے:-

"غرض ان (قاضی شوکانی) کی گواہی سے بخوبی معلوم ہوا کہ درستیٔ ملک اور صفائی راہ اور رفاہِ عوام اور امنِ خلائق اور امانِ مخلوق اور راحت رسانیٔ رعیت اور آرام دہیٔ بریت میں حکامِ فرہنگ کا مثل اور نظیر اس وقت میں بلکہ اکثر اوقات میں ہرگز نہیں، اگرچہ ہر وقت کے مُلّا اور مفتی خوشامد کی راہ سے باتیں بناتے ہیں اور ہر کسی کو اچھا بتاتے ہیں مگر میری نظر میں جو راجح اور صحیح ہوا وہ لکھ دیا، قبول و ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔" [2]

ایمان بیچنے پہ ہیں اب سب تُلے ہوئے
لیکن خرید ہو جو علی گڑھ کے بھاؤ سے

غیر مقلدین کو اہلِ حدیث کس نے بنایا:-

متحدہ ہندوستان کی سرزمین میں فرقہ سازی کا سنگِ بنیاد مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے رکھا اور اپنی نوزائیدہ جماعت کا نام محمدی گروہ بتایا۔ جیسا کہ مذکور ہوا مسلمانانِ پاک و ہند ان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی (المتوفی ۱۲۰۶ھ/ ۱۷۹۱ء) کی پیروی کرتے ہیں اس لئے یہی نام مناسب ہے۔ کیونکہ عام آدمی بھی جان لے گا کہ جو اپنے

[1] ترجمان وہابیہ، مطبوعہ امرتسر، ص ۱۲۰

[2] ایضاً: ص ۳۴

Marfat.com

لئے صرف محمدی کہے وہ وہابی ہے۔ تنگ آکر ان حضرات نے خود کو موحّد بتانا شروع کر دیا۔ اس پر مسلمان یہی کہتے کہ واقعی منکرینِ شانِ رسالت ہونے کے باعث وہابی حضرات بھی سکھوں کی طرح نرے موحّد ہیں۔ اُدھر حکومت وہابیوں کو بھی شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی کیونکہ سرحد اور ہزارہ میں جو وہابیانِ صادق پور وغیرہ نے جہاد کے نام پر کاروبار کھولا ہوا تھا، اب حکومت بھی اُسے ناپسند کرنے لگی تھی کیونکہ برٹش گورنمنٹ کو اب اس کارگزاری کی ضرورت نہیں رہی تھی ——— ان تمام حالات سے تنگ آکر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حکومت کا سہارا لیا کہ وہ قانوناً ہماری جماعت کا نام اہلِ حدیث مشتہر کر دے تاکہ آئندہ کوئی سرکاری یا غیر سرکاری آدمی ہمیں اس کے سِوا کسی اور نام سے موسوم نہ کرے۔ بٹالوی صاحب نے وائسرائے ہند سے اپنی جماعت کو اہلحدیث کے نام سے نامزد کروانے کی درخواست کی ——— اس کارگزاری اور حکومت کی جانب سے منظوری کے بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں رقمطراز ہیں:-

"انہوں (مولوی محمد حسین بٹالوی) نے ارکانِ جماعت اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعہ سے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کی۔ اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔ وہاں سے حسبِ ضابطہ منظوری آگئی کہ آئندہ وہابی کے بجائے اہلحدیث کا لفظ استعمال کیا جائے۔

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے اس کی باقاعدہ اطلاع مولوی محمد حسین کو دی۔ اس طرح گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۲۷،
گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۴ مارچ ۱۸۹۰ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۵۶،
گورنمنٹ یو۔پی۔ کی طرف سے ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۸۶،
گورنمنٹ سی۔پی کی طرف سے ۱۴ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۳۲،
اس امر کی اطلاع مولوی محمد حسین بٹالوی کو ملی۔" [۱]

---

۱ [illegible] ، مطبوعہ کراچی، ص ۲۶

Marfat.com

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے سوانح نگار اور اہلحدیث حضرات کے مشہور اہلِ قلم، جناب مسعود عالم ندوی نے اپنے مولوی محمد حسین بٹالوی کی اِس کارگزاری اور موصوف کے دیگر کارناموں کے بارے میں اپنی رائے یوں ظاہر کی ہے:۔

" جماعت اہلِ حدیث کو فرقے کی شکل دینے میں اِن (مولوی محمد حسین بٹالوی) کا خاص حصّہ ہے اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اِس سادہ لوح فرقے میں وفاداری کی خُو بُو پیدا کی۔ نہ صرف یہ ہوا بلکہ دوسرے معاصر علماء کو سرکار کی مخالفت کے طعنے بھی دیتے" [1]

مولوی ثناء اللہ امرتسری (المتوفی ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء) کے سوانح نگار یعنی مولوی عبدالمجید خادم سوہدروی نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے اِس کارنامے کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:۔

"(مولوی محمد حسین بٹالوی) نے اشاعۃ السنۃ کے ذریعے اہلِ حدیث کی بہت خدمت کی۔ لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر و کاغذات سے منسوخ ہُوا۔ اور جماعت کو اہلِ حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا ...... (آپ نے) حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر بھی پائی" [2]

مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے نوزائیدہ گروہ کا سرکاری نام اہلِ حدیث اس لئے منظور کروایا تھا کہ علمائے کرام کی تصانیف میں محدثین حضرات کے لئے محدثین اور اہلِ حدیث کے الفاظ عام استعمال ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس نام کے باعث یہ بے خبر مسلمانوں کی آنکھوں میں بڑی آسانی کے ساتھ دھول جھونک سکتے ہیں کہ دیکھیے ہماری جماعت کا ذکر متاخرین تو کیا متقدمین کی تصانیفِ عالیہ میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا جب سے قرآن و حدیث اسی وقت سے اہلِ حدیث۔ یہ تھی اِس نام کے رکھنے اور رکھوانے میں اِن حضرات کی مصلحت۔

---

[1] ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، مطبوعہ، ص ۲۱۲

[2] سیرت ثنائی، مطبوعہ گوجرانوالہ ۱۹۵۲ء، ص ۳۷۲

Marfat.com

کاش! یہ حضرات جماعت کا نام بدلنے کی جگہ اپنی روش کو بدلتے۔ جس ناجی گروہ اہلسنّت وجماعت سے نکل کر بھاگے تھے اُسی میں آملتے۔ لیبل بدلنے سے بوتل میں بھری ہوئی شراب کبھی بھی شربتِ صندل یا بزوری وغیرہ نہیں ہوسکتی۔ بدلنا ہی تھا تو اپنے دلوں کو بدلتے —— علیحدہ فرقہ بنانے کی سکیم کو بدلتے —— غیر اسلامی عقائد ونظریات جو اختیار کرلئے تھے انہیں ترک کر دیتے کہ اُن کے ترک کر دینے میں سب سے پہلے اپنا ہی بھلا تھا —— ملّتِ اسلامیہ کا ساتھ دیتے اور برٹش نوازی پر لعنت بھیجتے اور اِس آواز پر کان دھر لیتے :۔

ے گرچہ ہے دلکشا بہت حسنِ فرنگ کی بہار
طائرکِ بلند بال دانہ ودام سے گزر

برٹش نوازی کا علی گڑھی ریکارڈ :۔ سر سیّد احمد خانصاحب دہلوی ثم علی گڑھی (المتوفی ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء) کے بارے میں یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اِس میدان میں وہ اپنی نظیر خود آپ تھے۔ ملّتِ اسلامیہ کے دِلوں اور دماغوں کو، تہذیب وتمدن کو، دین اور ایمان کو، آداب واوضاع کو بدلنے میں اِن کا سب سے زیادہ حصّہ ہے۔ موصوف کی کارگزاری جو پوری طرح دیکھنا چاہے وہ ہماری کتاب معارفِ رضا جلد اوّل کا مطالعہ کرے۔ یہاں موصوف کی صرف برٹش نوازی کی ایک جھلک ہی پیش کی جائے گی۔ سر سیّد احمد خانصاحب کے خاص معتقد وسوانح نگار اور شاعر، نیچریت، جناب خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی نے اِس سلسلے میں یوں وضاحت فرمائی ہے

"اُنہوں (سر سید احمد خانصاحب) نے کئی موقعوں پر ظاہر کیا کہ میں ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ کا استحکام کچھ انگریزوں کی محبت اور اُن کی ہوا خواہی کی نظر سے نہیں چاہتا بلکہ صرف اس لئے چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی خیر اس کے استحکام میں سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اگر وہ اپنی حالت سے نکل سکتے ہیں تو انگلش گورنمنٹ ہی کی بدولت نکل سکتے ہیں۔" [1]

[1] حیاتِ جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی، ص ۶۸۳

Marfat.com

محبوب کی زبان سے محبّ کا ذکر ہو، تو اُس میں جو لطف ولذت اور چاشنی بھری ہوئی ہوتی ہے وہ دوسروں کے الفاظ میں کہاں؟ برٹش گورنمنٹ کے پجاریوں نے جو اُس کی خوبیاں بیان کی ہیں، اُن کے الفاظ میں معانی اور نیاز مندی کا ایسا سیلاب پوشیدہ ہے جو اُمڈ کر آیا ہوا تھا۔ لیجئے سرسید احمد خانصاحب کی زبانی بھی انگریزی راج کی قصہّ خوانی ملاحظہ فرمائیے۔ انھوں نے یُوں گوہر فشانی فرمائی تھی:-

"ہم جو کہتے ہیں کہ ہماری منصف گورنمنٹ مسلمانوں کے ساتھ ہے، اِس کی بہت روشن دلیل یہ ہے کہ ہماری قدر دان گورنمنٹ نے خیر خواہ مسلمانوں کی کیسی قدر و منزلت اور عزّت و آبرو کی، انعام و اکرام اور پنشن و جاگیر سے نہال کر دیا ہے۔ ترقیٔ عہدہ اور افزونیٔ مراتب سے سرفراز کیا ہے۔ پھر کیا یہ ایسی بات نہیں ہے کہ مسلمان نازاں ہوں اور اپنی گورنمنٹ کے شکر گزار اور ثنا خواں رہیں۔" [1]

محبت کی آنکھ جب دیکھتی ہے تو اُسے محب کی خامیاں اور خرابیاں بھی خوبیوں کی شکل میں نظر آتی ہیں۔ نگاہِ محبت اسی طرح محب کے عیوب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے جس طرح نفرت کی آنکھ دشمن کی خوبیوں کو دیکھنے سے مجبور ہوتی ہے —— انگریز متحدہ ہندوستان کے اندر تاجر کے روپ میں آئے۔ یہاں کے دگر گوں حالات کو دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا اور حکومت کے خواب دیکھنے لگے۔ اندرونِ خانہ سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ ضمیر فروشوں اور غدّاروں کا قدم قدم پر سہارا لیا اور ملک و ملت کے غداروں کی مدد سے ایک دن پورے ملک کے مالک بن بیٹھے —— لیکن اِس روزِ روشن کی طرح واضح حقیقت کے برعکس موصوف یوں فرماتے ہیں:۔

"وہ (سرسید احمد خانصاحب) اکثر کہا کرتے تھے کہ گو ہندوستان کی حکومت کرنے میں انگریزوں کو متعدد لڑائیاں لڑنی پڑی ہوں مگر درحقیقت نہ انھوں نے یہاں کی حکومت بزورِ حاصل کی اور نہ مکر و فریب

---

[1] حیاتِ جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی۔ ص ۱۵۷

Marfat.com

سے، بلکہ درحقیقت ہندوستان کو کسی حاکم کی اصلی معنوں میں ضرورت تھی،
سو اسی ضرورت نے ہندوستان کو اُن کا محکوم بنا دیا۔" [1]

موصوف نے بھی نیچری فرقے کی داغ بیل ڈالی تھی۔ یہ کتاب وہابیت کا انگریزی ایڈیشن تھا جبکہ نفاق آمیز عربی ایڈیشن دیوبند سے شائع ہونے لگا تھا اور خشک وہابیت کو غیر مقلدیت کے رُوپ میں فرقے کی شکل میاں نذیر حسین دہلوی نے بخش دی تھی۔ جملہ وہابی گروپوں کی طرح موصوف بھی مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے پیرو کار ہونے کے مدعی اور برٹش گورنمنٹ کے چڑھتے ہوئے سورج کی پوجا پاٹ کرنے والوں میں سرکردہ ہستی تھے۔ دیگر وہابی عمائد کی طرح یہ بھی انگریزی راج کو اپنے ٹوٹے کی ضرورت محسوس کرتے تھے کیونکہ انگریزوں کی حکومت رہے گی تو اُس کے خود کاشتہ پودے پروان چڑھیں گے ورنہ مسلمانوں کی حکومت میں ایسی فتنہ پردازیوں کے پھلنے پھولنے کی توقع کہاں؟ ــــــ اسی لئے موصوف نے صاف صاف فرما دیا تھا:-

"وہابی جس آزادئ مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں رہتے ہیں، دوسری جگہ اِن کو میسّر نہیں ہے، ہندوستان اِن وہابیوں کے لئے دارالامن ہے۔" [2]

موصوف نے انگریزوں اور مسلمانوں کی حکومت کا فرق بتاتے ہوئے فرمایا ہے:-

"انگلش گورنمنٹ ہندوستان میں خود اِس فرقہ کے لئے جو وہابی کہلاتا ہے ایک رحمت ہے، جس طرح ہندوستان میں کُل مذہب کے لوگوں کو کامل آزادی ہے جو سلطنتیں اسلامی کہلاتی ہیں اُن میں بھی وہابیوں کو ایسی آزادئ مذہب ملنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ سلطان کی عملداری میں وہابی کا رہنا مشکل ہے۔" [3]

---

[1] حیاتِ جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی، ص ۱۵۷

[2] مقالاتِ سرسیّد، حصّہ نہم، مطبوعہ لاہور، ص ۲۱۲

[3] ایضاً: ص ۲۱۲

Marfat.com

سرسید احمد خانصاحب کے ممد و معاون، صلح کلیت کے علمبردار اور ندوے کی کھچڑی کے ٹھیکیدار، علامہ شبلی نعمانی صاحب بھی دیگر وہابیہ کی طرح برٹش گورنمنٹ کے زبردست خیر خواہ تھے۔ ندوۃ العلماء کے ذریعے موصوف کے ہاتھوں حکومت نے اہل حق کو دبایا اور باطل پرستوں کا بڑا پراسرار جال بچھایا تھا۔ حکومت کے بارے میں موصوف کا نظریہ یہ تھا:-

"میں (علامہ شبلی نعمانی۔ المتوفی ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء) مدت العمر انگریز گورنمنٹ کا بدخواہ نہیں رہا ہوں۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان یگانگت بڑھے اور ایک دوسرے کی طرف سے جو غلط فہمیاں مدت دراز سے چلی آتی ہیں، دور ہوں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ ۱۹۰۸ء میں میں نے الندوہ میں ایک مستقل مضمون کے ذریعے ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری مذہبًا فرض ہے۔" [۱]

ے اے طاہر لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

دیوبندی حضرات کی برٹش نوازی:- یہ وہابیوں کی نفاق آمیز جماعت ہے۔ دیکھنے میں بظاہر اہلسنت و جماعت اور حنفی المذہب نظر آئیں گے لیکن عقیدے کے لحاظ سے سو فیصد وہابی اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی و محمد بن الوہاب نجدی کے پیروکار ہیں۔ اس جماعت کو قائم کرنے والے مولوی رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) ہیں۔ برٹش نوازی میں یہ گروہ بھی دیگر خودکاشتہ پودوں کی طرح اپنے مالی و باغبان کا خوب قدردان اور استعمارِ مغرب کا دل و جان سے پاسبان تھا۔ دیوبندی حضرات کی پوری کارگزاری اور اصلی خدوخال ہماری تحقیقی کتاب معارفِ رضا، جلد اوّل

[۱] شبلی نامہ، مصنفہ شیخ محمد اکرم، ۲۴۵

Marfat.com

میں بڑے شرح و بسط سے مدلّل بیان ہوئے ہیں۔ شائقین حضرات کو اُس کا مطالعہ مبتدعینِ زمانہ کے بارے میں انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تشنگی باقی نہیں رہنے دے گا۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں جب ظالم و مظلوم اور حاکم و محکوم میں مسلح تصادم ہوگیا تھا اور نتیجے میں ایک فریق کی ہلاکت و بربادی یقینی تھی تو گنگوہی صاحب اینڈ کمپنی نے حریت پسندوں کا ساتھ دینے کے بجائے برٹش گورنمنٹ کی حمایت میں اُن لوگوں سے لڑنا ضروری سمجھا جو سر دھڑ کی بازی لگا کر آزادی کی فضا میں سانس لینے کے لئے کوشاں تھے۔ اس سلسلے میں گنگوہی صاحب کے سوانح نگار اور مشہور دیوبندی عالم، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے ۱۸۵۷ء کا ایک واقعہ یوں تحریر کیا ہے:۔

"ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیقِ جانی مولانا قاسم العلوم (مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی) اور طبیبِ روحانی اعلیٰحضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے اور بندوقچیوں (حریت پسندوں) سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لئے تیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتّہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے، وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جمِّ غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ چنانچہ آپ (گنگوہی صاحب) پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیرِ ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔"[1]

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی پر جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں حریت پسندوں کی جانب سے حصّہ لینے کا الزام لگا اور گرفتار ہوئے۔ اس کا تذکرہ موصوف کے سوانح نگار نے یوں کیا ہے:۔

---

[1] تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، مطبوعہ میرٹھ ۱۹۰۵ء، ص ۷۴

Marfat.com

"شروع ۱۲۷۶ھ نبوی/ ۱۸۶۹ء[عہ] وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا۔" [۱]

مولوی صاحب موصوف کو گرفتار کرکے جیل میں رکھا گیا، یوں الزام لگانے والوں کا منہ بند کر دیا گیا، لیکن جب عدالت میں مقدمہ آیا تو بری کر دیئے گئے۔ سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی بچ رہی۔ ایجنٹی پر پردہ بھی ڈال دیا گیا اور گنگوہی صاحب کی مظلومیت کی زمانے میں دھوم بھی مچ گئی۔ لیکن رہائی کی وجہ بتاتے ہوئے سوانح نگار صاحب نے چوراہے میں بھانڈا پھوڑ دیا۔ انہوں نے بڑے فخر سے فرمایا ہے:-

"جیسا کہ آپ حضرات (گنگوہی صاحب اینڈ کمپنی) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے، تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔" [۲]

بہر حال یہ شہادت اگرچہ گنگوہی صاحب کے نامور مرید کی ہے لیکن پھر بھی ذاتی بیان کے برابر تو اس کی اہمیت نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ دیگر علمائے دیوبند نے یہ بیان پڑھا اور ۱۹۴۷ء تک کسی نے اس کی صحت سے انکار نہیں کیا جبکہ انگریزوں کے رخصت ہوجانے کے بعد ایسے بیانات کی یادر ہوا تاویلیں کی جارہی ہیں۔

خیر جناب مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے متعلق خود یہ وضاحت فرمائی ہوئی ہے:

"میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے، اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔" [۳]

قیامِ پاکستان سے پہلے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور اس میں حصہ لینے والوں کے بارے میں دیوبندی حضرات کی متفقہ رائے کیا تھی۔ یہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کے لفظوں میں ملاحظہ فرمایئے:-

---

عہ یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ۱۲۷۶ھ کے شروع میں غالباً ۱۸۵۹ء ہوگا۔

۱۔ تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، ص ۷۳

۲۔ ایضاً: ص ۷۹

۳۔ ایضاً، ص ۸۰

Marfat.com

"جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔" [1]

ملک صاحب! عبارت کے تیور تو ملاحظہ فرمایئے ــــ کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ ــــ اپنی گورنمنٹ ــــ رحم دل گورنمنٹ ــــ اِن الفاظ میں جو کشش اور جذبات میں جو گہرائی ہے اُس کی داد بھلا کن لفظوں میں دی جائے۔ شاید اسے حالات کی ستم ظریفی ہی قرار دیا جائیگا کہ جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اِن حضرات کی اپنی گورنمنٹ، اپنے امن و عافیت کے زمانے کو بوریا بستر میں لپیٹ کر سمندر پار چلی گئی تو اُسی وقت سے سارے وہابیوں کو اپنا اپنا نام اپنی رحم دل گورنمنٹ کے باغیوں میں لکھوانا پڑ رہا ہے۔ سورج چڑھا ہوا تھا تو پجاری رہے، غروب ہو گیا تو بدخواہوں میں سرِ فہرست ہونا بتانے لگے۔ قلم ہاتھ میں ہے، حسبِ منشا فیصلہ سنانے لگے ــــ

اِسی طرح اِن حضرات کے حکیم الامت، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سے کسی نے ایک سوال کیا۔ موصوف کا جواب مع سوال ملاحظہ ہو:-

"ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہو تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ میں نے کہا محکوم بنا کر رکھیں گے، کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے، مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا، اِس لیئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے۔" [2]

برٹش گورنمنٹ نے تھانوی صاحب کو جو آرام پہنچایا تھا اس کی ۷، دسمبر ۱۹۴۵ء کو علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی (المتوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء) نے اکابر علمائے دیوبند کی میٹنگ میں سب کے سامنے ایک جھلک پیش کی تھی۔ جتنے علماء موجود تھے اُن

---

[1] تذکرۃ الرشید، جلد اوّل، مطبوعہ میرٹھ، ص ۷۳

[2] الافاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص ۶۹۷

Marfat.com

ہیں سے کوئی تردید نہ کرسکا اور نہ اُن علماء میں سے کسی نے تردید کی جو وہاں موجود نہیں تھے
اب تھانوی صاحب کے آرام کی وہ کہانی علامہ شبیر احمد عثمانی کی زبانی ملاحظہ فرماتے ہیں:-

"دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ اُن کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اُن کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہ تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ اُن کو اِس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا"۔ [1]

یہ تو محض تکلف کی باتیں ہیں کہ ماہوار حکومت کا روپیہ کھاتے اور شبہ بھی نہ گزرتا کہ روپیہ حکومت کے خزانے سے مِل رہا ہے۔ اگر انہیں پوری طرح معلوم نہ ہوتا تو یہ کس طرح فرما دیتے کہ انگریزوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے۔ نیز عمر بھر اپنے قدیمی اور آبائی مذہب اہلسنت و جماعت سے دُور نہ بھاگتے اور مبتدعینِ زمانہ کے ساتھ مِل کر وہابیت کا راگ نہ الاپتے۔ اگر حکومت کے وظیفے کا تھانوی صاحب کو عین الیقین نہ ہوتا تو اپنی حفظ الایمان کی سراسر کفریہ عبارت پر تکفیر ہونے کے باوجود بھی عمر بھر نہ ڈٹے رہتے۔ بہر حال یہ تو معلوم ہو گیا کہ تھانوی صاحب مزے سے بسم اللہ پڑھ کر برٹش گورنمنٹ کا وظیفہ کھاتے تھے اور اِس کی بڑے سے بڑا کوئی دیوبندی عالم بھی تردید نہیں کر سکا تھا۔ اِس صورتحال پر اِدھر تھانوی صاحب پھولے نہ سماتے تھے اور اُدھر حکومت بھی مگن تھی کیونکہ

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

دیگر فرقہ سازوں اور مبتدعینِ زمانہ کی طرح برٹش گورنمنٹ کے زیرِ سایہ پھلنے پھولنے والے علمائے دیوبند نے جب دیکھا کہ ہندو لیڈروں نے اپنی قوم کو دولت، تعلیم

[1] مکالمۃ الصدرین، مرتبہ طاہر احمد قاسمی، ص ١٦

Marfat.com

اور سیاست وغیرہ کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے اور اب ہندو اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو انگریزی راج کی مشینری کو جام کر کے رکھ دیں۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر اکثر علمائے دیوبند ہندوؤں کے ہاتھوں بک گئے اور خوفِ خدا و خطرۂ روزِ جزاء کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اُن بُت پرستوں پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ گاندھی کی آندھی میں تنکوں کی طرح اڑنے لگے اور کانگرس کے بندۂ بے دام بن کر رہ گئے۔

اِس موقع پر سارے قبیلے سے ایک علامہ شبیر احمد عثمانی ہی ایسے نکلے جنہوں نے اپنی جماعت کی پالیسی کے خلاف کانگرس کی ذیلی شاخ یعنی مسلم نما جال جمعیت العلمائے ہند سے نکل کر مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی حمایت کی اور جمعیۃ العلماء اسلام کے نام سے اپنی علیحدہ سیاسی جماعت قائم کرلی۔ ۷ر دسمبر ۱۹۴۵ء کو اکابر دیوبند کی جو میٹنگ ہوئی تھی اُس میں مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی (المتوفی ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) نے سب کے روبرو علامہ عثمانی صاحب کو مخاطب کر کے یہ انکشاف بھی فرمایا تھا۔

"مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمعیۃ العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانی جمعیۃ العلماء کے سلسلے میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے یہاں قیام کیا، جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب اِسی قیام کے دوران میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان اعلیٰ عہدیدار سے ملے، جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم جمعیۃ العلماء ہند کے اقتدار کو توڑنے کے لئے ایک علماء کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ اِن کو کافی امداد اِس مقصد کے لئے دے گی۔ چنانچہ ایک بیش قرار رقم اِس کے لئے منظور کرلی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کردی گئی۔ اِس روپیے سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی

Marfat.com

حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں ۔" ؎۱

اسی میٹنگ میں مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے تبلیغی جماعت کے بانی، مولوی محمد الیاس صاحب کاندھلوی (المتوفی ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) کی برٹش نوازی اور وظیفہ خوری کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی تھی:۔

"اس ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتلائً حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا، پھر بند ہوگیا۔" ؎۲

حکومت کی جانب سے مبارک و مقدس وظیفہ اسی لئے بند ہوا ہوگا کہ دیوبندی حضرات نے ایک مرحلے پر آکر اپنے مربی انگریزوں سے منہ موڑ کر مشرکین ہند سے رشتہ جوڑ لیا تھا۔ ہندو مسلم بھائی بھائی کے گیت الاپے اور محبت کی پینگیں بڑھائی جا رہی تھیں۔ کیونکہ اب ہندوؤں کی جانب سے ان حضرات پر نوٹوں کی بارش ہونے لگ گئی تھی۔ مہاسبھا اور جن سنگھ جیسی اسلام دشمن اور مسلم کش جماعتوں کے کارکن بڑے ادب و احترام اور ذوق و شوق سے تبلیغی جماعت کے اللہ والوں کی خدمت کرنے لگ گئے تھے۔ کمال عقیدت سے ان بزرگوں کے بستر اٹھاتے، ان پر مورچھل جھلتے اور انہیں اپنی دھرم شالاؤں میں ٹھہراتے تھے۔ بہر حال انگریزوں کی جانب سے امداد کے بند ہونے کا افسوس تو ہوا ہوگا، جس پر تبلیغی جماعت کے اسرار و رموز سے واقف کارندے اور اُن کے کمانڈر انچیف صاحب یہ کہتے ہوں گے:۔

؎
صبر اُس پر اِس ہماری حسرتِ دیدار کا
بند بس نے کر دیا روزن تری دیوار کا

یہ تو ملک حسن علی صاحب پر بھی بخوبی واضح ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے جملہ وفاداروں

؎۱ مکالمۃ الصدرین، مطبوعہ لاہور، ص ۱۱ تا ۱۳

؎۲ ایضاً: ص ۱۳

Marfat.com

اور خیر خواہوں سے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) بازی لے گئے تھے۔ چونکہ یہ حقیقت اُن کے اور ہمارے نزدیک مسلّمہ ہے۔ لہٰذا موصوف کے بارے میں کسی تفصیل یا دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔

احقر اب یہی عرض کرنا چاہتا ہے کہ ملک صاحب نے تعلیماتِ مجددیہ کے صفحہ ۳۳۴ پر یہ لکھا تھا :-

"ہندوستان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ نے بہت کھیل کھیلے۔ یہ ایک بڑی طویل اور دردناک داستان ہے"۔ موصوف شاید اس طویل اور دردناک داستان کے سنانے سے شرماتے اور جھجکتے ہوں گے۔ کیونکہ تاریخ کی روشنی میں انہوں نے اس داستان کا کوئی ادنیٰ سا پہلو بھی بیان نہیں کیا۔ اس ناچیز نے ملک صاحب کی مشکل حل کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ یہ داستان بیان کر کے شرعی فریضہ ادا کیا ہے اور جو کچھ عرض کیا وہ مبتدعینِ زمانہ ہی کی مسلّمہ تصانیف کی روشنی میں کہا ہے۔ اب حق و باطل اور کھرے کھوٹے کا فیصلہ خود قارئین کرام نے کرنا ہے۔ جو فیصلہ آج کیا جائے گا وہ اگلے جہان تک ہر مقام اور ہر موڑ پر اثر انداز ہوتا رہے گا۔ ایسا نہ ہو کہ دنیاوی حیات کا سلسلہ ختم ہوتے ہی فیصلے کی غلطی اپنا رنگ دکھانے لگے، کھوٹے سکّوں پر اعتبار اذیت پہنچانے لگے تو اس وقت اپنے فیصلے کی غلطی کا احساس ہو اور اُس وقت کفِ افسوس ملتے ہوئے یوں کہنا پڑے :-

شوقِ گُل بوسی میں کھ میں نے دئے کانٹوں پہ لب ؎
کس قدر دھوکا دیا رنگِ گلستان نے مجھے

غلط فتووں سے بچو :- ملک حسن علی صاحب نے تعلیماتِ مجددیہ کے صفحہ ۳۳۴ پر فرمایا ہے کہ :- "اِن غلط در غلط فتووں سے بچو" — یہ عبارت پیچھے مکمل نقل کی جا چکی ہے۔ ملک صاحب نے یہ نصیحت بہت خوب فرمائی ہے۔ واقعی غلط در غلط فتووں سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیئے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ

Marfat.com

امر ہے کہ علماء کو غلط فتوے جاری کرنے سے بچنا چاہیئے۔ بہرحال اگر کوئی مولوی یا مفتی کسی طمع یا دباؤ کے تحت کوئی غلط فتویٰ جاری کرہی دیتا ہے تو دوسرے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس فتوے کی پیروی نہ کریں۔ ایسے عالم و مفتی کی صحبت ترک کردیں اور امورِ دین میں اُس کی عقیدت کا دم بھرنا چھوڑ دیں، کیونکہ اس کے "پیچھے لگنے" اس کی محبت و عقیدت کا دم بھرنے میں خود اپنا نقصان ہے۔

ملک صاحب کو چاہیئے تھا کہ جب یہ نصیحت ہی فرمائی تھی تو دو چار غلط در غلط فتووں اور اُن کے صادر کرنے والے علماء کی نشاندہی کر دیتے "تاکہ عام مسلمانوں کے لئے مصلحین و مفسدین میں تمیز کرنا آسان ہو جاتا اور وہ غلط فتوے جاری کرنے والے علماء سے کنارا کش ہو جاتے۔ موصوف نے تو ایسے فتووں اور غلط در غلط فتوے جاری کرنے والے علماء کی قطعاً نشاندہی نہ کی۔ لیکن اِس تلخ حقیقت اور المناک داستان کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی سعادت بھی راقم الحروف حاصل کرلیتا ہے، تاکہ موصوف کا یہ بیان محتاجِ دلیل نہ رہ جائے۔ داستان بھی فتویٰ بازوں کی کتب معتبرہ و معتمدہ کی روشنی میں پیش کی جاتی ہے۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔

وہابیہ کی مسلم کشی

:- جب سیّد احمد صاحب رائے بریلوی اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی نے برٹش گورنمنٹ کی حدود کو وسیع کرنے کی خاطر یا اپنی ہی عملداری کو بڑھانے کی غرض سے جہاد کے نام پر تحریک چلائی اور لاؤ لشکر لے کر نواحِ پشاور میں جا پہنچے تو جن مسلمانوں نے اِن کی بد مذہبی کو دیکھ کر معاونت سے ہاتھ کھینچا یا جو پہلے متفق ہو گئے لیکن صورتِ حال واضح ہو جانے پر کنارا کش ہو گئے تو ایسے مسلمانوں کو اس تحریک کے مفتیوں نے منافق، کافر اور مرتد ٹھہرایا۔ انہیں مستحل الدم قرار دیتے ہوئے اُن کے ننگ و ناموس پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ اُن کے مال و متاع کو مالِ غنیمت شمار کیا۔ چنانچہ اس نام نہاد تحریکِ جہاد کے سرگرم کارکن، مولوی محبوب علی صاحب نے دُرّانیوں کے بارے میں یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا:۔

Marfat.com

"سکھوں سے زیادہ اِن کلمہ گو کافروں پر جہاد فرض ہے۔" [۱]

متفق نہ ہونے والے مسلمانوں کے بارے میں مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کا یہ سنسنی خیز فتویٰ جاری ہوا تھا۔

"اِس موقع پر ذرا تامل سے کام لینا چاہیے کیونکہ یہاں دو معاملے درپیش ہیں، ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل و خون کے جواز کی صورت نکالنا اور اِن کے اموال کو جائز قرار دینا، اِس بات سے قطع نظر کہ وہ اُن کے ارتداد پر یا اُن کی بغاوت پر مبنی ہے۔ دوسرے یہ کہ اِس کا آیا کوئی سبب ہے، یا کچھ اور ہے جبکہ بعض اشخاص کے مقابلہ میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی سبب! اگرچہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی یعنی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے کیونکہ ہم اِن فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور اِن کو اہلِ کتاب کے مثل جانتے ہیں۔" [۲]

کیا یہ اسلام و مسلمین سے موصوف کی دشمنی اور عداوت دینی نہیں کہ جو مسلمان وہابیوں سے متفق نہ ہو، وہ مرتد بلکہ اصل کافر ہے اور وہابیوں کے لئے اُس کا خون حلال اُس کے مال کو لوٹنا اور اُس کی عزّت پر ڈاکہ ڈالنا اِن کے لئے جائز ہے۔ اِن نام نہاد مجاہدین نے اِسی ظالمانہ فتوے پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ واقعی یہی سلوک کیا اور اپنے مفسدانہ عزائم کا کھل کر ثبوت پیش کر دیا تھا —— موصوف کے اس غلط در غلط اور فساد انگیز فتوے کو مولوی ابو الحسن علی ندوی کے ادیبانہ لفظوں میں بھی ملاحظہ فرمائیے۔ موصوف نے لکھا ہے :-

"پس آپ (سرسیّد احمد صاحب) کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوئی۔ جو آپ کی امامت سرے سے تسلیم ہی نہ کرتے یا تسلیم کرنے سے

---

[۱] حیاتِ طیبہ، مطبوعہ لاہور، ص ۲۱۸

[۲] مکتوباتِ سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۲۴۱

Marfat.com

انکار کردے وہ باغی مستحل الدّم ہے اور اُس کا قتل کفّار کے قتل کی طرح عین جہاد اور اس کی بے عزّتی تمام اہلِ فساد کی طرح خدا کی عین مرضی ہے، اس لئے کہ ایسے لوگ بحکمِ احادیث متواترہ، کلاب النار اور ملعونین اشرار ہیں۔ اِس مسئلے میں اِس ضعیف (مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی) کا یہی مذہب ہے اور معترضین کے اعتراضات کا جواب تلوار ہے نہ کہ تقریر و تحریر۔"[1]

کیا وہابی حضرات اپنے امام علی الاطلاق کی بتائی ہوئی احادیث متواترہ میں سے ایسی کسی ایک حدیث کی نشاندہی کرسکتے ہیں جس میں فرمایا گیا ہو کہ جو سیّد احمد صاحب کی امامت کو تسلیم نہ کرے اُس کا خون حلال اور اُس کی بے عزّتی کرنا خدا کی عین مرضی ہے؟ اگر پیش نہ کرسکیں اور بفضلہ تعالیٰ قیامت تک ایسی ایک بھی حدیث پیش نہیں کرسکیں گے تو ہم تلوار کی مفسدانہ زبان میں نہیں بلکہ کلمہ گوئی کا پاس کرتے ہوئے یہی گزارش کرتے ہیں کہ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

وہابی حضرات غور فرمائیں کہ مسلمانوں کو کلاب النّار اور ملعونین اشرار ٹھہرانے والے کس درجہ فسادی تھے؟ جس طرح یہ حضرات مسلمانوں کے اعتراضات کا تلوار کی دھار سے جواب دے رہے تھے اگر مسلمان بھی اسی زبان میں وہابیوں کو جواب دیتے تو متحدہ ہندوستان کے اندر کیا ایک وہابی بھی بچ گیا ہوتا؟

مسلمانانِ اہلسنت وجماعت جن سے پورا ملک بھرا ہوا تھا وہ اِن کی طرح فتنہ و فساد برپا نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ صادقِ مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایسا کرنا خوارج کا خاصا بتایا ہے کہ یقتلون اھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان۔ خارجی مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو نظر انداز کریں گے۔ دونوں باتیں خوارجِ زمانہ یعنی وہابیہ نے درست ثابت کر دکھائیں۔ مسلم کشی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ نیز ہندو مسلم اتحاد رچا کر انہیں اپنا بھائی اور پیشوا و رہنما بنا کر دکھا دیا۔ واقعی ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے غیبی علوم سو فیصد سچے ہیں۔ جن میں شک و

[1] سیرت سیّد احمد شہید، جلد اوّل، ص ۴۸۵

Marfat.com

شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے ـــــ اب ملاحظہ فرمایئے کہ نام نہاد امیر المومنین، جناب سید احمد صاحب نے امیرِ قلات، خان خاناں خلجائی کے نام خط لکھتے ہوئے انہیں ہدایت کی کہ مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جائے اور اِن لوگوں کو بزورِ شمشیر مطیع کیا جائے۔ موصوف کا وہ ایٹمی فرمان یہ ہے:۔

"اپنی فوج اور قبیلہ کو جمع کر کے جنابِ والا خود غزنی کے نواح میں چھاپے مارنا شروع کر دیں اور اپنے ساتھیوں میں سے بعض کو قبائل اور فوج کی کثیر تعداد کے ساتھ کابل کے اطراف میں مقرر فرمائیں تاکہ یہ بھی منافقین پر شبخون مار کر اس مقام کو تاخت و تاراج کر دیں اور میں بھی اِدھر سے پشاور کے منافقین کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جب منافقین بدکردار کی موجودگی سے وہ مقام پاک ہو جائے تو میں جلال آباد پہنچ جاؤں گا۔ اِس طرح مردود منافقین جو پشاور سے قندھار تک پھیلے ہوئے ہیں، اُن کے پاؤں ایسے اکھڑ جائیں گے اور ہر شخص جو اپنے خیال میں خود گرفتار ہے بے دست و پا ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا اور اُن کا باہم اتحاد و اجتماع دشوار ہو جائیگا۔"[1]

سید احمد صاحب نے اپنی مسلم کشی کا تذکرہ کرتے ہوئے سردار میر عالم خاں باجوڑی کے لیۓ خط میں لکھا تھا:۔

صورت یہ ہے کہ منافقین کے ساتھ جہاد کرنا بحکم مقدمۃ الواجب ایک واجب معاملہ ہے۔ اِس لیۓ خاکسار سچے مسلمانوں (وہابیوں) کے ساتھ شہر پشاور اور قرب وجوار سے بدکردار منافقوں (مسلمانانِ اہلسنت وجماعت) کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کر کے موضع پنجتار تک پہنچ گیا ہے۔"[2]

سیّد احمد صاحب نے یار محمد خاں حاکمِ یاغستان کے معتمد و متوسل یعنی احمد خاں بن لشکر خاں کو نواب سے توڑنے اور اپنے ساتھ گا نٹھنے کی خاطر مال و دولت کی تحریص

[1] مکتوبات سیّد احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۴۷، ۴۸

[2] ایضاً: ص ۱۳۵، ۱۳۶

Marfat.com

دلاتے ہوئے اپنے خط میں یہ بھی لکھا تھا:-

" اللہ نے چاہا تو اس بادشاہ جبّار اور مالکِ قہار کے دبدبہ و قوت سے ان تمام بدکردار منافقوں (مسلمانانِ اہلسنت وجماعت) کی شان و شوکت آسانی سے تھوڑے ہی عرصہ میں خاک میں مِل جائے گی۔ انشاءاللہ آپ اُس قادرِ مطلق کی قدرت کا تماشا ملاحظہ فرمائیں اور منافقوں کے ساتھ رواداری کو پروردگارِ عالم کی خاطر اور رضاجوئی پر قربان کر دیں۔ جو اس زمانہ کے سردار دنیوی فائدوں کے حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں اُس سے دُگنی توقع اس شہنشاہِ حقیقی سے جو اس جہان کا خالق ہے، توقع رکھنی چاہیئے۔ بارگاہِ الٰہی سے قوی اُمید ہے کہ اگر آپ دلجمعی کے ساتھ یکسو ہو کر دینِ متین کے معاونین میں منسلک ہو جائیں گے تو آپ کو دُنیاوی فوائد بھی اِس قدر حاصل ہوں گے جو وہم و خیال میں بھی نہیں آ سکتے۔" [1]

سید احمد صاحب نے جہاں رئیسِ تلات، خان خانان خلجانی کو مادی دولت کا لالچ دکھایا، جیساکہ ابھی مذکور ہوا، وہاں انہیں جھوٹے الہاموں کے جال میں پھنسانے کی بھی پوری طرح کوشش کی تھی۔ چنانچہ اُن کے نام خط لکھتے ہوئے دِل کھول کر موصوف نے یوں مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح کذب بیانی کی تھی:-

" پروردگارِ عالم کے کلمۂ شہادت کی اشاعت کے لئے کمرِ ہمت باندھیں اور اُس کے لشکر میں شامل ہو کر معرکۂ جنگ و قتال میں خود کو دھکیل دیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ اِس سلسلے میں بموجب کلامِ الٰہی، جس کا وعدہ پکا ہے، فتوحات کے دروازے کھل جائیں گے اور اِن اشرار و کفار، منافقین (مسلمانوں) کے بیشمار خزانوں، مُلک و مال اور شہروں پر صنہ و بالضرور قبضہ حاصل ہو جائے گا.....

اِس فقیر کو بارہا پردۂ غیب سے وارد ہونے والی روحانی بانوں اور ربانی الہام کے ذریعے جہاد کے نافذ کرنے اور کفر و فساد کے دفعیہ کے لئے صاف اور

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۱۴۱

Marfat.com

صریح اشاروں کے ساتھ مامور کیا گیا ہے اور فتح و کامرانی کی سچی بشارتوں کی خبر دی گئی ہے۔" [1]

افسوس! موصوف کو اس کارگزاری پر مامور تو انگریزوں نے کیا تھا لیکن کمال جسارت سے اس کی نسبت اللہ رب العزت کی طرف کرتے رہے۔ یہ ایسے ہی لوگوں کا دل گردہ ہے ورنہ ایک عام اور گنہگار قسم کا مسلمان بھی اس بلند و بالا ذات کی جانب جھوٹی نسبت کے تصور ہی سے لرز اٹھتا ہے ــــ بہر حال موصوف نے اپنے ایک خط میں فولاد جنگ بہادر کو بھی ایسے ہی الہاموں کے چکر میں پھنسانے کی یوں کوشش فرمائی تھی:-

"غیبی اشاروں اور بشارتوں کے بموجب، جس میں تشک و شبہ کی گنجائش نہیں، جس کی اس فقیر کو بشارت دی گئی ہے، عنقریب فتح و نصرت ظہور پذیر ہوگی اور بے شمار خزانے ذلیل و خوار کافروں (مسلمانانِ اہلسنت و جماعت) کے شہروں سے لے کر دریائے ستلج تک نیک لوگوں (وہابیوں) کے قبضے میں آجائیں گے۔" [2]

ملک صاحب! ہوسِ ملک گیری اور برٹش گورنمنٹ کی حدود کو وسیع کرنے کی خاطر ان نام نہاد مجاہدین نے سچے اور پکے مسلمانوں کو بھی غلط در غلط فتوے جاری کر کے کافر، مرتد اور منافق قرار دیا اور ان بیگناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنے میں ذرا بھی عار محسوس نہ کی۔ ایسے فتویٰ بازوں سے بچنے کی مسلمانوں کو نام لے کر تلقین فرمائی ہوتی، لیکن معلوم نہیں کہ کس مصلحت نے آنجناب کو ان کا نام لینے سے باز رکھا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

مسلمانوں کو کافر ٹھہرا کر لوٹنا۔ـ سید احمد صاحب، مولوی محمد اسمٰعیل

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۴۹، ۵۰۔

[2] ایضاً: ص ۲۱۲، ۲۱۳

Marfat.com

صاحب دہلوی اور اُن کے رفقاء نے دل کھول کر سرحدی مسلمانوں کا خون بہایا۔ خوب اُن بے گناہوں کے خون سے جہاد کے پردے میں ہولی کھیلی۔ یہ سب کچھ اِس لئے کیا کہ وہابیہ سچے اور پکے مسلمانوں کو اپنے روزِ اوّل ہی سے کافر، مرتد اور منافق سمجھتے آرہے ہیں۔ جہاں بس چلے وہاں یہی سمجھ کر سلوک کرتے ہیں۔ جیساکہ نجدیوں اور اِن نام نہاد مجاہدین کی مسلم کشی کے واقعات سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ اگر یہ حضرات قابو پائیں تو مسلمانوں کے اموال کو چھین لینا جائز شمار کرتے ہیں اور اُسے غنیمت کا مال سمجھتے ہیں — اِن حضرات نے جب ہنڈ کے رئیس، خادی خاں کو قتل کر دیا تو اُس کے مال و متاع کو لوٹ لیا، جس کے بارے میں مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کا یہ بیان ہے :۔

"موصوف (سید احمد صاحب) نے اُس (خادی خاں) کو کیفرِ کردار کو پہنچایا اور اس کا مال تقسیم کر دیا، بلکہ اس کے ہتھیاروں اور گھوڑوں کو بھی ضرورت کے وقت استعمال فرمایا اور اُس کے دوسرے مال کو ضبط کر کے مجاہدین پر تقسیم فرما دیا۔"[1]

یار محمد خاں حاکمِ یاغستان کی جان و مال کے بارے میں مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا :۔

"یار محمد خاں بلاشک و شبہ اِس معاملہ میں ظلم و تعدّی کا رہبر تھا۔ ایسے رہبر کا قتل اور اس کا مال ضبط کرنا بلکہ اس ظالم رہبر کی فوج کا قتلِ عام اور اس کی فوج کے تمام مال پر ہر قسم کا تصرّف کرنا، یعنی اس کی فروخت اور تقسیم حسبِ شرع جائز ہے۔"[2]

کیوں ملک صاحب! ایسے ظلم و ستم، جور و جفا اور فتنہ و فساد کی کوئی حد ہے؟ گھر کی شریعت بنا کر پوری فوج کا قتلِ عام جائز کر دیا۔ سب کا مال اپنے لئے حلال ٹھہرا لیا — چاہیے تو یہ تھا کہ جب آنجناب نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ غلط در غلط فتووں سے بچیں تو دو چار ایسے ظالمانہ فتوے بھی پیش فرما دیتے اور بتا دیتے

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۲۴۴

[2] ایضاً : ص ۲۴۵

Marfat.com

کہ یہ مسلم کشی کا کھیل صرف برٹش گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے کھیلا گیا تھا۔ لہٰذا اِن سے بچو کیونکہ :۔

کرم کوشیاں ہیں، ستم کاریاں ہیں
بس اِک دِل کی خاطر یہ تیاریاں ہیں

مسلمانوں کی آبرو ریزی اور نہام نہاد مجاہدین کی عیّاشی :۔

مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو اُن نام نہاد مجاہدین نے جس نظر سے دیکھا، کلمہ گوئی اور اہل قبلہ ہونے کا جتنا لحاظ رکھا، اس کی ہلکی سی جھلک قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر آیا ہوں۔ تفصیلی حالات و دلائل کے شائقین ہماری کتاب معارفِ رضا، جلد اوّل کا مطالعہ کریں کہ مبتدعین کے بارے میں اس کے مطالعہ کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی ـــــ اب ہم معزز قارئین کی خدمت میں یہ چیز پیش کرنا چاہتے ہیں کہ جن حضرات کے بارے میں آج بھی یہ دھوم دھام سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر گئے تھے، اپنے پیدا کرنے والے کی رضاجوئی کے لئے انہوں نے وطن کو خیرباد کہا اور تن من دھن کی بازی لگا دی تھی ـــــ اگر حقیقت واقعی یہی ہوتی تو اُن کی چند روزہ حکومت میں مسلمانوں پر ہر طرح کی قیامت نہ ڈھائی جاتی۔ اور ہر چیز کے لئے جھوٹا سچّا بہانہ مہیّا کر لیا ہوگا لیکن مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کے ننگ وناموس پر دن دہاڑے ڈاکہ ڈالنے کا جواز کیا تھا! اُن کی بہو بیٹیوں سے زبردستی نکاح کر لینا کونسی شریعت میں جائز آیا ہے؟ بہر حال وہ حضرات تو اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گئے تھے لیکن اُن کی عقیدت کا دم بھرنے والے اگر آج بھی انصاف سے کام لیں تو آپس کی بہت سی اُلجھنیں دُور ہو سکتی ہیں۔ اب ان حضرات کے اخلاقی کارناموں کی کہانی مرزا حیرت دہلوی کی زبانی سُنیئے :۔

" سیّد صاحب نے صدہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا تھا، جو شرع محمدی کے موافق عمل درآمد کریں، مگر اُن کی بے اعتدالیاں حد سے

Marfat.com

بڑھ گئی تھیں۔ وہ بعض اوقات، نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ اُن سے نکاح کرلیں اور بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں جا رہی ہیں، مجاہدین میں سے کسی نے انہیں پکڑا اور مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھا لیا۔" لہ

ملک صاحب! غور تو فرمایئے کہ اگر اِن نام نہاد مجاہدین کی لڑکیوں سے جوابی طور پر اسی طرح نکاح پڑھا لیے جاتے یا آج ایسا ہونے لگے تو کیا ایسا کرنا کسی کو ناگوارِ خاطر نہیں ہوگا؟ یقیناً ناگوار ہوگا۔ غور تو فرمایئے کہ جن غریب مسلمانوں کی لڑکیوں کو یہ حضرات زبردستی اپنی عیاشی کا سامان بنا لیتے تھے۔ اُن بیچاروں کے دلوں پر کیا گزرتی ہوگی؟ کیا ایسے شریف انسان ہی جہاد کیا کرتے ہیں؟ آخر اِس روش کا وہی نتیجہ تو نکل سکتا تھا جو بالاکوٹ کی سرزمین میں سامنے آ کر رہا، کیونکہ:-

ع جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

ملک صاحب! یہ طرزِ عمل تو آپ کے مجاہدین کی کنواری لڑکیوں سے متعلق تھا۔ اب اِن حضرات کی دینداری، بیوہ عورتوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے سوانح نگار مرزا حیرت دہلوی نے اِس سلسلے میں یہ وضاحت کی ہے:-

"یہ محض ناممکن تھا کہ نوجوان عورت، رانڈ ہو کے، عدت کی مدت گزر جانے پر بے خاوند بیٹھی رہے۔ اُس کا جبراً نکاح کیا جاتا تھا، خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو۔" ٢ه

اسمٰعیلی شریعت پر عمل کرنے والوں کا یہ طرزِ عمل پیش کرتے ہوئے مرزا صاحب موصوف نے یہ بھی لکھا ہے:-

"ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی کہ میرا نکاح ثانی ہو مگر مجاہد صاحب زور دے رہے ہیں، نہیں ہونا چاہیئے۔ آخر ماں باپ اپنی لڑکی کو حوالہ مجاہد کرتے تھے اور اُن کو کچھ چارہ نہ تھا۔" ٣ه

لہ حیاتِ طیبہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۲۴۲
٢ه ایضاً: ص ۲۴۲
٣ه ایضاً، ص ۲۴۲

Marfat.com

شاید کوئی وہابی صاحب اس بات پر ناراض ہوں کہ ہمارے مجاہدین کی عیاشی اور خلافِ دین و دیانت حرکت کو اسمٰعیلی شریعت کیوں کہا ہے، وہ مولوی محمد اسماعیل صاحب کے حکم سے تو ایسا نہیں کرتے تھے ــــــ اس صورت میں ہم عرض گزار ہیں کہ وہ نام نہاد مجاہدین اپنے اینگلو انڈین امیر المؤمنین کے حکم سے ہی ایسا کر رہے تھے، امام الوہابیہ کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کی آبرو ریزی کی جا رہی تھی۔ ان حضرات کے مُہری دستخطی حکم ہی کے تحت بد چلنی کی داد دیتے ہوئے دن دہاڑے مسلمانوں کی عزّت پر ڈاکہ زنی کی جاتی تھی۔ تسکینِ خاطر کے لئے امام الوہابیہ کے سوانح نگار جناب مرزا حیرت دہلوی کی پیش کردہ یہ وضاحت ملاحظہ ہو:۔

"بدقسمتی سے ایک نیا گُل کھلا۔ گُل کیا کھلا گویا غازیوں یا مجاہدوں کی زندگی کے شیرازے کو اُس نے پراگندہ کر دیا۔ باہم یہاں کے کُل عمّال نے، جن کی تعداد ہزار سے بھی بڑھی ہوئی تھی ایک فتویٰ مرتب کیا اور اُسے پوشیدہ مولوی محمد اسماعیل کی خدمت میں بھیج دیا۔ فتویٰ کا مضمون یہ تھا کہ بیوہ کا نکاح ثانی فرض ہے یا نہیں؟ مولانا شہید کیا واقف تھے کہ مُلک پشاور میں یہ آگ پھیل رہی ہے اور اس وقت میں، اس فتوے کی اشاعت سخت غضبناک ہو گی۔ آپ نے سادہ طور پر اُس پر اپنی مُہر کر دی اور سید صاحب کی بھی اُس پر مُہر ہو گئی اور پھر وہ فتویٰ قاضی شہر پشاور، سید مظہر علی صاحب غازی کو بھیج دیا گیا۔ انہوں نے اس فتوے کی اشاعت ہی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ اعلان دے دیا کہ تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور میں جتنی رانڈیں ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضرور ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں بے نکاح رانڈ رہ گئی تو اُس گھر کو آگ لگا دی جائے گی"۔ [1]

کیوں ملک صاحب! جس گھر میں کوئی بیوہ بغیر نکاح کے بیٹھی ہو کیا شریعتِ محمدیہ اُس گھر کو آگ لگا دینے کی اجازت دیتی ہے؟ کیا شریعتِ محمدیہ نے نکاح ثانی کو فرض

[1] حیاتِ طیبہ، مطبوعہ لاہور، ص ۲۴۳، ۲۴۴

Marfat.com

قرار دیا ہے؟ ہر پڑھا لکھا اور انصاف پسند یہی کہے گا کہ وہ ظلم و ستم کی المناک داستان اور شریعت پر افترا ہے۔ اگر دِل میں خوفِ خدا اور خطرہ روزِ جزاء کے نام کی کوئی چیز باقی ہوتی تو برطانوی امیرالمؤمنین اور امام الوہابیہ صاحب ہرگز اُس ظالمانہ وغیر اسلامی فتوے کی تصدیق نہ کرتے بلکہ صاف فرما دیتے کہ نکاح ثانی کو شریعتِ مطہرہ نے فرض یا واجب قرار نہیں دیا بلکہ یہ ایک جائز امر ہے لیکن اِسے عار سمجھنا جہالت ہے۔ اگر وہ حضرات ایسا فرماتے تو شریعتِ محمدیہ پر عمل ہوجاتا جبکہ مقصود تو اسماعیلی شرع کا اجرا تھا۔ عیاشی، بدچلنی اور آبروریزی کے ریکارڈ قائم کرنے تھے۔

ملک صاحب! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ: ــــ آپ نے سادہ طور پر اس پر اپنی مہر کردی ــــ سید صاحب کی بھی اُس پر مہر ہوگئی ــــ اِن فقروں سے کیسی معصومیت ٹپک رہی ہے۔ بھولے بھالے لفظوں سے دین و دیانت، تقویٰ اور طہارت، خلوص و للٰہیت اور اتباعِ شریعتِ مطہرہ کے تقاضے پورے کرنے کی کیسی کوشش کی گئی ہے۔ کاش! یہ حضرات بدچلنی کے ایسے شرمناک مظاہرے نہ کرتے اور طاقت کے نشے میں چور ہوکر مسلمان عورتوں کی عصمت دری کو اپنا شعار نہ بناتے۔

کیا فرماتے ہیں اہلحدیث، دیوبندی اور جماعت اسلامی قسم کے نرنگے علماء کہ جو نکاح اُن نام نہاد مجاہدین اور آپ کے غازیوں نے جبراً کئے تھے جن کے لئے وہ مسلمان لڑکیاں اور بیوہ عورتیں بالکل رضامند نہیں تھیں۔ نیز اُن کے اولیاء کی مرضی بھی نکاح دینے کی نہ تھی۔ کیا ازروئے شرع وہ نکاح ہو گئے تھے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو دلائل سے مطلع فرمائیں۔ اگر دلیل نہ پائیں اور یقیناً نہیں پائیں گے تو دریں حالات اپنے غازیوں کے کردار کے بارے میں آنجناب کی رائے کیا ہے نیز ایسے نکاحوں سے پیدا ہونے والے وہابیوں کے حلالی ہونے کا اگر کوئی ثبوت ہے تو ازراہِ کرم اس سے مطلع فرمائیں تاکہ بدچلن لوگوں کو سہارا ملے اور وہ آپ حضرات کے ہمیشہ ممنونِ کرم اور بندۂ بے دام رہیں ــــ اگر ناگوارِ خاطر نہ ہو تو اپنے برطانوی امیرالمؤمنین کا اسمٰعیلی شریعت کے تحت یہ نادر شاہی اعلان بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

Marfat.com

"آپ (سید احمد صاحب) نے ایک فرمان جاری کیا کہ جتنی کنواری لڑکیاں ہیں وہ سب ہمارے یفٹیننٹ کی خدمت میں مجاہدین کے لئے حاضر کی جائیں، اگر اُن کی شادی بارہ دِن میں نہ کر دی گئی، تو قوم کی قوم اس اعلان سے بھڑک اُٹھی۔" ؎

مسلمان قوم کا بھڑک اُٹھنا تو فطری بات تھی۔ بھلا اِس طرح اپنی بے عزّتی اور آبرو ریزی برداشت کرتا بھی کون ہے لیکن اِن نام نہاد مجاہدوں اور غازیوں میں سے تو ایک بھی ایسا غیرت مند اور باحیا نہ نکلا جو اِس بے راہ روی اور بد چلنی سے انہیں روکتا۔ اسمٰعیلی شریعت کو ترک کرنے اور شریعتِ محمدیہ پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا، خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا یاد دلاتا۔ اِس کے باوجود وہابی حضرات یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے اُن مجاہدوں اور غازیوں نے ہر طرح سے صحابۂ کرام کے مقدّس دَور کی یاد تازہ کر دی تھی۔ حالانکہ برٹش گورنمنٹ کے جانثاروں کو شمعِ رسالت کے پروانوں سے کیا نسبت! خالی بیان بازی سے حقیقت بدل نہیں جاتی۔ مانا کہ پروپگنڈے سے ظاہری چمک پیدا ہو جاتی ہے لیکن اصلیت پر خواہ کتنے ہی پردے ڈالے جائیں لیکن کسی نہ کسی روز وہ بے نقاب ہو کر ہی رہتی ہے کیونکہ :۔

؎ بھُلانے پہ بھی قصّۂ عہدِ ماضی
بھُلایا نہ جائے گا تم سے نہ ہم سے

برطانوی امیر المومنین کی جہانبانی :۔ برٹش گورنمنٹ کے اِس ہراول دستے نے مسلمانوں کی جان و مال اور ننگ و ناموس کے ساتھ جو سلوک کیا، اس کی جھلکیاں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصے کے لئے اِن حضرات کو تھوڑے سے علاقے پر تسلط و قبضہ مِل گیا تھا۔ انہوں نے امیر المومنین بن کر اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اب قارئین یہ ملاحظہ فرمائیں کہ اِن حضرات کا وجود

؎ حیاتِ طیبہ، مطبوعہ لاہور، ص ۲۴۷

Marfat.com

مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کے لئے رحمت ثابت ہوا یا یہ حضرات اسمٰعیلی شریعت کے تحت جہانبانی کے پردے میں بھی اُن پر قیامت ہی ڈھاتے رہے تھے۔ مرزا حیرت دہلوی نے سید احمد اینڈ کمپنی کی انتظامی صلاحیتوں کا نقشہ ان لفظوں کھینچا ہے :-

"ایک ایک ضلع، قصبہ اور گاؤں میں ایک ایک عمّال سیّد صاحب کی طرف سے مقرر ہوا تھا وہ بے چارہ جہانداری کیا خاک کر سکتا، اُلٹے سیدھے شریعت کی آڑ میں نئے نئے احکام بے چارے غریب کسانوں پر جاری کرتا تھا اور وہ اُف نہ کر سکتے تھے۔ کھانا پینا، بیٹھنا اُٹھنا، شادی بیاہ کرنا سب کچھ اُن پر حرام ہوگیا تھا۔ نہ کوئی منتظم تھا، نہ کوئی دادرس تھا.... ذرا کسی کی لبیں بڑھی ہوئی دیکھیں، اُس کے لب کتروا دیئے۔ ٹخنوں کے نیچے تہبند دیکھی، ٹخنہ اڑا دیا۔ تمام ملک پشاور پر آفت چھا رہی تھی انتظام سلطنت اُن مسجد کے مُلّانوں کے ہاتھ میں تھا جن کا جیس سوائے مسجد کے دیوار درس کے کبھی کچھ نہ رہا تھا اور اب اُن کو منتظمِ امورِ سلطنت بنا دیا گیا تھا اور پھر غضب یہ تھا کہ اُن پر کوئی حاکم مقرر نہ تھا کہ پبلک اُن کی اپیل اعلیٰ حکام کے آگے پیش کرے۔ اِن ہی بے دماغوں کے فیصلے ناطق سمجھے جاتے تھے اور تسلیم کر لیا جاتا تھا کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں کوئی بات بھی قابلِ تنسیخ اور ترمیم نہیں ہے۔ کیسا ہی پیچیدہ مقدمہ ہوتا تھا، اُس کی گھڑی بھر بھی تحقیق نہ کی جاتی تھی۔ نہ اُس پر غور کیا جاتا تھا۔ بس مُلّاں جی کے سامنے گیا اور انہوں نے پھٹ سے فیصلہ دے دیا۔ کون جھک جھک کرے اور کون تحقیق کی تکلیف برداشت کرے؟ سید صاحب کی خدمت میں شکایتوں کی عرضیاں گزر رہی تھیں لیکن وہاں کچھ بھی پرسش نہ ہوتی تھی۔" [1]

ملک صاحب! یہی وہ قدسی جماعت ہے جس کے وجود پر پاک و ہند کے ترنگے

---

[1] حیاتِ طیبہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۲۴۳

Marfat.com

وہابیہ کو حد سے زیادہ ناز ہے۔ اپنے مایۂ ناز اسلاف کی جہانبانی و جہانداری کے کارنامے بھی ملاحظہ فرمائیے۔ یہ سب کچھ سید احمد صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی نگرانی میں اُن کے آنکھوں دیکھتے ہو رہا تھا مسلمانوں پر قیامت گزرتی رہی لیکن اِن حضرات کے کانوں پر جُوں تک نہ رینگی۔ جُوں کیوں رینگتی جبکہ وہ خود ہی تو اپنی زیرِ نگرانی مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک کروا رہے تھے۔ نجدی وہابیوں کی تاریخ ہندی وہابیوں نے بھی دُہرا کر دکھا دی۔ صاف دکھا دیا کہ وہابیہ کو جہاں بھی قبضہ ملے گا، یہ وہاں کے مسلمانوں پر بلا تے ناگہانی بن کر ٹوٹیں گے۔ اِن کی حکومت میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات یقیناً تنگ ہو کر رہ جائے کیونکہ خارجیت کا خاصہ ہی یہ ہے کہ مسلمانوں سے خار، بت پرستوں سے پیار۔

وہابی حضرات میں سے ایک جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بھی ہیں۔ انہوں نے جماعت اسلامی کے نام سے ایک تازہ فرقہ ایجاد فرمایا ہے جو کتاب وہابیت کا سیاست آمیز ایڈیشن ہے۔ موصوف کی یہ خاصیت ہے کہ بغیر ذاتی تحقیق کے وہ کسی کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور آیات و احادیث کے مفہوم و مطالب بھی اپنی ہی تحقیق کی روشنی میں ایجاد فرماتے رہتے ہیں۔ اِسی لئے اپنے معتقدین میں آپ کو محقّق اور بہت بڑا مفکّر مانا جاتا ہے۔ موصوف نے سیّد احمد اینڈ کمپنی کی جہانبانی و جہانداری کے بارے میں اپنی تحقیق یُوں پیش کی ہے:-

> "اِن (سیّد احمد اینڈ کمپنی) کو ایک چھوٹے سے علاقہ میں حکومت کرنے کا جو تھوڑا سا موقع ملا، اُنہوں نے ٹھیک اُسی طرح کی حکومت قائم کی جس کو "خلافت علی منہاج النبوۃ" کہا گیا ہے۔ وہی فقیرانہ امارت، وہی مساوات، وہی شوریٰ، وہی عدل، وہی انصاف، وہی حدودِ شرعیہ، وہی مال کو حق کے ساتھ لینا اور حق کے مطابق صرف کرنا، وہی مظلوم کی حمایت اگرچہ کمزور ہو اور ظالم کی مخالفت اگرچہ قوی ہو، وہی خدا سے ڈر کر حکومت کرنا اور اخلاقِ صالحہ کی بنیاد پر سیاست چلانا۔ غرض ہر پہلو میں انہوں نے اس حکمرانی کا نمونہ ایک مرتبہ پھر تازہ کر دیا جو صدیق و فاروق نے کی تھی"۔ [۱]

---

[۱] تجدید و احیائے دین، مطبوعہ لاہور، بار ہشتم، ص ۱۱۶، ۱۱۷

Marfat.com

قارئین کرام کی خدمت میں ہم نے اینگلو انڈین امیرالمومنین کی اسمٰعیلی شریعت کے تحت جھلکیاں تاریخ کی روشنی میں پیش کی ہیں اور وہ بھی وہابیہ کی کتب معتبرہ مشہورہ سے۔ اگر ہم سے غلطی ہوئی ہے تو مودودی صاحب ہمیں ان کی عدم صحت یا غلطی سمجھا دیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ ہمیں حق کو قبول کرنے کے لئے ہمیشہ تیار پائیں گے۔ اگر موصوف اتنی مہربانی بھی کریں کہ اس عبارت میں اپنے امام علی الاطلاق کی حکومت کے جتنے خصائص بتائے اور گنائے ہیں اُن کی صحت پہ تاریخ کے معتبر شواہد بھی قائم فرما دیں، تاکہ ہمیں بھی اپنی غلطی کا پوری طرح احساس ہو جائے۔ اگر وہ ایسے دلائل و شواہد پیش کرنے سے عاجز رہیں تو یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ موصوف اُن حضرات کی محبّت و عقیدت میں اس درجہ مبتلا ہیں کہ اُن کی خامیاں بھی خوبیوں کی شکل میں نظر آنے لگی ہیں اور جو اس صورتِ حال سے دوچار ہو اُسے معذور سمجھتے ہوئے ہم یہ شعر سنادیا کرتے ہیں:۔

؎ خار کو گُل اور گُل کو خار جو چاہے کرے
تُو نے جو چاہا کیا اے یار جو چاہے کرے

ملک صاحب! واقعی ایسے غلط در غلط فتووں سے بچنا چاہیے اور ایسے فتویٰ بازوں، فتنہ بازوں سے کوسوں دور رہنا چاہیے اور جو آج بھی ایسے لوگوں کی محبّت کا دم بھرے، اُن کی پیروی میں جیئے مرے، اُسے سمجھانا چاہیئے کہ اے کلمہ طیبہ کے ہمراہی! کیوں کسی کے پیچھے لگ کر اپنی عاقبت کی تباہی پر اُدھار کھائے بیٹھا ہے۔ مان جائے تو اُس کا بھلا ورنہ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

امام احمد رضا خاں پر حملہ

:۔ ملک حسن علی صاحب نے وہابیت کے باعث حُبِّ علی میں اکابر دیوبند کی حمایت اور بغض معاویہ میں مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کو ضروری شمار کیا۔ اسی لئے اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر فریقین کا ذکر یوں کیا ہے:۔

" مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اُن تمام دیوبندی بزرگوار دن اور اُن سے عقیدت رکھنے والوں کو تکفیر کا نشانہ بنایا، انہیں مرتد قرار دیا، اُنہیں گشتنی

Marfat.com

اور گردن زدنی قرار دیا۔ اپنے رسالوں اور فتووں میں ایسے گندے عقیدے جو بالکل منافی اسلام ہیں اور جن کی نقل سے روحِ ایمانی لرزتی ہے، اُن کی طرف منسوب کئے۔ تازیست احمد رضا خاں صاحب کا یہ مشن جاری رہا۔" ؎[1]

اگر ملک صاحب کا یہ دعویٰ حقائق و واقعات کی روشنی میں درست ہوتا تو یقیناً وہ ہمیں بھی اپنا ہمنوا پاتے۔ لیکن صورتِ حال ملک صاحب کے دعویٰ کے بالکل برعکس ہے۔ اسی لئے انہوں نے قطعاً کوئی فتویٰ یا ایسی عبارت کی نشاندہی نہیں کی جو اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے علمائے دیوبند کی جانب منسوب کی ہو اور وہ اُن حضرات کی تصانیف میں نہ پائی جاتی ہو۔ جب اِس بات کو چھیڑ ہی دیا تھا تو اپنے دعوے کو مدلّل بھی کرنا تھا۔

ملک صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ اور علمائے دیوبند کا ذاتی یا گھریلو معاملہ نہیں بلکہ شریعتِ مطہرہ کا مسئلہ ہے۔ عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفوی کا مرحلہ ہے۔ علمائے دیوبند کی جن عبارتوں پر تکفیر کی گئی تھی اگر وہ عبارتیں تحذیر الناس، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرہ کتب و رسائل میں اُسی طرح موجود نہ ہوں تو امام احمد رضا بریلوی نور اللہ مرقدہٗ پر ضرور الزام عائد کرنا چاہیئے تھا، لیکن جب وہ عبارتیں اُسی طرح علمائے دیوبند کی تصانیف میں موجود، اُن کا کفریہ ہونا آفتابِ نیمروز کی طرح روشن و واضح اُن میں سے کسی بھی عبارت کے اندر ایک بھی اسلامی پہلو ثابت کرنے سے وہ مصنفین اور اُن کے سارے حمایتی عاجز، دریں حالات ملک صاحب کے لفظوں میں یہی تو کہا جائے گا کہ علمائے دیوبند کے عقائد واقعی گندے، منافی اسلام اور رُوحِ ایمان کو لرزانے والے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ستم ظریفی تو ملاحظہ ہو کہ اُن علمائے دیوبند نے ذاتِ سبوح و قدوس کو کاذب بالفعل تک کہا، شیطانِ لعین کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اَعْلَم اور اَوْسَعُ عِلْماً ٹھہرایا۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلحاظ زمانہ آخری نبی ہونے کا انکار کر کے تیرہ سو (۱۳۰۰) سال بعد خاتمیت مرتبی کے نام سے ایک نئی خاتمیت گھڑی اور مرزا غلام احمد قادیانی

؎[1] تعلیماتِ مجددیہ، مطبوعہ چٹان پریس لاہور، ص ۳۳۱

Marfat.com

کے ادعائے نبوت کے لیے راستہ ہموار کیا نیز سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علومِ غیبیہ کثیرہ، عظیمہ، وافرہ، مختصہ کو بچوں پاگلوں اور جانوروں کے علوم جیسا بتایا اور ان خرافات کو خوب مشتہر کیا۔ چاہیئے تو یہی تھا کہ ہر مسلمان کہلانے والا اُن کی بات تک نہ سُنتا، اُن سے دُور بھاگتا اور اُن کی محبّت و عقیدت کو اپنے دل و دماغ کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیتا۔ کیونکہ جو اللہ رب العزت ہی کو جھوٹا بتانے لگے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے لگے، ایک سچے مسلمان کا اُس سے تعلق ہی کیا؟ اُس کا مولوی و عالم وغیرہ ہونا بیکار خواہ وہ علم میں شیطان کا ہم پلّہ بھی کیوں نہ ہو۔

مسلمانوں کو اس مرحلے پر ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا اور واقعی انھوں نے ایسا ہی کیا۔ بیشک چنیں و چناں کا ساتھ چھوٹا لیکن اللہ اور رسول (جلّ جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے رشتہ نہ ٹوٹا۔ افسوس اس آزمائش کے موقع پر بعض لوگوں نے اللہ اور رسول کا ساتھ چھوڑ کر عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفوی پر حملہ آور ہونے والے علماء کا ساتھ دینے میں ہی اپنی بہتری سمجھی۔ علماء کی ایسی ہی محبّت و عقیدت کے بارے میں تو قرآنِ کریم میں آیا ہے کہ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ جب آدمی اس منزل تک پہنچ جائے تو اُس کا دین و ایمان محض ایک رسمی و روایتی چیز بن کر رہ جاتا ہے۔ زبانی دعویٰ اگرچہ قائم رہتا ہے لیکن اللہ اور رسول سے ایسے مسلمانوں کا تعلق ختم ہو چکا ہوتا ہے ــــــ ملک صاحب نے اس صدی کے مجددِ برحق کے خلاف نفرت پھیلانے کی غرض سے یہ ہوائی بھی اڑائی ہے:۔

وہ تکفیر کے فتووں کے لئے چونکہ فقہائے احناف اور عقائد و کلام کے آئمہ کے اصول و قواعد اور ضابطے مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ساتھ نہیں دیتے اس لئے تکفیر کی عمومی اشاعت کے لیے اور اس کے حلقے کو وسیع کرنے کے لیے خود قواعد وضع کیے تھے[1]

ملک صاحب! ہم سب نے ایک روز یقیناً اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں

---

[1] تعلیماتِ مجددیہ، مطبوعہ لاہور، ۲۳۲

Marfat.com

پیش ہونا ہے۔ کیا بارگاہِ خداوندی میں آپ اس امر کا ایک ثبوت بھی پیش کر سکیں گے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے فقہائے احناف اور متکلمین حضرات کے بتائے ہوئے اصولوں اور ضابطوں کو چھوڑ کر تکفیر کے حلقے کو وسیع کرنے کی غرض سے فلاں قاعدہ وضع کیا تھا۔ یقیناً آپ ایک بھی ایسے اصول یا قاعدے کی نشاندہی نہ کر پائیں گے۔

اب یہ ملک صاحب کی اپنی مرضی ہے کہ وہ سو فیصد جھوٹ کا ساتھ دیں یا حق و صداقت کا ——— افسوس! چودھویں صدی میں جس مردِ حق آگاہ نے سرمایۂ ملّت کی نگہبانی کی، نصوصِ دین کے شر کو مٹایا، کھرے اور کھوٹے کو علیحدہ کر کے دین کی تجدید فرمائی۔ اُسی امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ملک صاحب نے دشمنانِ رسول کی حمایت کرتے ہوئے یوں الزام تراشی بھی کی ہے:-

"الغرض مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اُن مجاہدینِ ملّت اور اُن عاشقانِ رسول کو اپنے قلم و دہان سے سخت سے سخت اور سنگین سے سنگین سزا فتوؤں کی صورت میں، جو اُن کے امکان میں تھی، دی۔"[1]

ملک صاحب! علمائے دیوبند کی وہ کفریہ عبارتیں تاحال اُن کی تصانیف میں موجود ہیں، وہ کتابیں عبرانی یا لاطینی زبان میں نہیں ہیں کہ اُن کا مفہوم کوئی سمجھ نہ سکا۔ آسان اردو کی عبارتیں ہیں۔ اُن کے مطالب و معانی بالکل واضح ہیں۔ اللہ اور رسول کی شان میں ایسے ناز یبا الفاظ بھی لکھے ہیں جن کی کھلے کافروں کو بھی کبھی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ مقدس شجرِ اسلام میں دل کھول کر غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگائی ہیں۔ یہ سب کچھ ملک صاحب کے مجاہدینِ ملت اور عاشقانِ رسول نے خود کیا۔ یعنی خود انہوں نے وہ عبارتیں لکھیں، خود اُن کی نشر و اشاعت کی اور برٹش گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل کرنے اور وظیفے اینٹھنے کی خاطر خود گمراہ گری کا ایک نہ ختم ہونے والا چکّر چلایا تھا۔

مجدّدِ مائۃ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کام تو صرف اتنا ہے کہ انہوں نے از راہِ خیر خواہی مسلمانوں کو بروقت آگاہ کر دیا تھا کہ فلاں فلاں حضرات

---

[1] تعلیماتِ مجددیہ، مطبوعہ لاہور، ص: ۳۳۳

Marfat.com

نے اپنی فلاں فلاں کتابوں میں، اُن کے فلاں فلاں صفحات پر یہ انتہائی گندی، غیر اسلامی اور ایمان کے منافی عبارتیں لکھی ہیں اور خوب اُن کی نشر و اشاعت کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی اپنے ہی ساتھ جہنّم کا ایندھن بنانا چاہتے ہیں۔ وہ حضرات تو کسی کے بہکانے اور بہلانے پھسلانے سے عظمت خداوندی اور شانِ مصطفوی کو فراموش کر چکے، خوفِ خدا و خطرۂ روزِ جزاء سے عاری ہو گئے لیکن مسلمانوں کو چاہیئے کہ اُن کے پیچھے لگنے، اُن کی باتوں پر کان دھرنے اور اُن کی عقیدت کا دم بھرنے سے اپنا ایمان ضائع نہ کر بیٹھیں ــــ بس یہی فریضہ ادا کیا تھا۔

معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک صاحب اور اُن کے ہم مشرب حضرات کے نزدیک چور مجرم نہیں بلکہ مجرم وہ ہے جو چور کی نشاندہی کرے اور ایسے ٹھوس ثبوت فراہم کر دے کہ چور کے لئے بھی انکار کرنے اور مُکرنے کا کوئی راستہ نہ رہ جائے ــــ ملک صاحب! اگر تحذیر الناس، براہینِ قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرہ کتابوں کے مصنفین بھی مجاہدینِ ملت اور عاشقانِ رسول ہیں تو ہم خدائے ذوالمنن کی بارگاہ میں بصد عجز و نیاز دعا کرتے ہیں کہ وہ کریم محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں اُس ملت سے دُور رکھے جس کے یہ حضرات مجاہد ہیں اور ایسے عاشقانِ رسول کے شر سے محفوظ و مامون رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہلسنت وجماعت کے مذہب پر ثابت قدم رکھے اور بزرگانِ اہلسنت کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

گدائے در اولیاء:۔ **عبد الحکیم خاں اختر**

مجددی۔ مظہری۔ شاہجہانپوری

لاہور

Marfat.com

تاثرات

راقم الحروف جب ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں امام احمد رضا کے متعلق لکھ کر فارغ ہو چکا تھا تو اس کے بعد بعض متعلقہ کتابیں حسنِ اتفاق سے بافیضِ رضا کی بدولت دستیاب ہو گئیں، جن کے باعث فل سکیپ سائز کے پانچسو صفحات کی معارفِ رضا ایک ہزار صفحات تک اسی سال کے آخر میں جا پہنچی۔ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں احقر کا مقالہ "اعلحضرت بریلوی کا فقہی مقام" مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے زیرِ اہتمام منظرِ عام پر آ چکا تھا۔ علمائے کرام نے اُسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا اور مختلف رسائل و جرائد نے اُس پر تبصرے کیے۔ مثلاً فیضِ رضا لائلپور نے لکھا:

"اعلحضرت، مجددِ ملت، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ العزیز کو دیگر علوم و فنون کے علاوہ علمِ فقہ میں بھی وہ بلند مقام اور عظیم مرتبہ حاصل ہے کہ اِس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے علمی کمالات کا لوہا عرب و عجم نے بھی مانا ہے اور آپ کے بلند ترین علمی مقام و مرتبہ کا مخالف علمأ نے بھی اعتراف کیا ہے۔ اختر شاہجہانپوری نے اِسی موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور نہایت محنت و عرق ریزی کے ساتھ تفصیلی طور پر اعلحضرت کے کمالِ فقاہت کا مخالف معاصر علماء کی فقاہت سے موازنہ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اعلحضرت کے کمالِ فقاہت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ادارہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور لائق صد تحسین و مبارکباد ہے کہ وہ ایسی ایسی قابلِ قدر تصانیف کی اشاعت کا انتظام کر رہا ہے۔" [۱]

گوجرانوالہ کے ماہنامہ رضائے مصطفیٰ نے اِسی کتاب پر تبصرہ کرتے ہُوئے لکھا ہے:

"مرکزی مجلسِ رضا، بالخصوص اُس کے رُوحِ رواں..... اعلحضرت کی عظیم شخصیت کے تعارف اور آپ کی تعلیمات و تحقیقات کی نشر و اشاعت کے لیے جو مخلصانہ کوششیں سر انجام دے رہے ہیں کتاب ہذا اُس کی ایک عظیم و حسین کڑی ہے۔ کتاب کے موٴلف مولانا اختر شاہجہان پوری ہیں اور جیسا کہ اِس کے

---

[۱] فیضِ رضا، لائلپور، بابت جنوری ۱۹۷۲، ص ۱۶

Marfat.com

نام سے ظاہر ہے، اِس میں اعلیٰحضرت کے فقہی مقام پر روشنی ڈالی گئی ہے اور تیرہ اہم مسائل میں اعلیٰحضرت کی تحقیقات اور فقہی معلومات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں، جن سے آپ کے خداداد علم و فضل اور وسیع معلومات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور کوئی معاند سے معاند شخص بھی آپ کے فقہی مقام و بلندیٔ افکار اور محققانہ شان سے انکار نہیں کرسکتا، بشرطیکہ وُہ جاہل مطلق و کودن محض نہ ہو۔ آخر میں بمصداق الفضل ماشهدت به الاعداء خود مخالفین اہلسنت کے علماء و جرائد کی شہادتیں پیش کی گئی ہیں، جن میں اعلیٰحضرت کے عظیم علم و فضل عشقِ رسالت اور فقہی مقام کا اعتراف کیا گیا ہے۔'' [1]

گجرات کے ماہنامہ رضائے حبیب نے اِس پر تبصرہ لکھتے ہُوئے یُوں اپنے تاثرات کا اظہار کیا:

''زیرِ تبصرہ کتاب اعلیٰحضرت بریلوی کا فقہی مقام، جس کے مصنف اختر شاہجہانپوری ہیں، کو مدلل اور شگفتہ اندازِ بیان میں ترتیب دیا ہے۔ اِس کتاب میں ساتھ ہی اعلیٰحضرت کے بعض اہم فتاوٰی کی جھلکیاں بھی ہیں، جن کے مطالعہ سے اُن کے فقہی مقام اور حُسنِ تدبّر کا پتہ چلتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اُن کے درجۂ امامت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ بہرکیف یہ کتاب وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اسلوبِ بیان کی مؤثر خوبیوں سے مخالف حضرات پر بھی اِس کا مطالعہ گراں نہیں گزرتا بلکہ اُن کے اذہان و قلوب میں انقلابی تبدیلی پیدا کرتا ہے۔'' [2]

ماہنامہ حنفی لائلپور نے اِس کتاب پر تبصرہ کرتے ہُوئے اپنے تاثرات کا یُوں اظہار کیا:

''زیرِ تبصرہ کتاب دراصل اختر شاہجہان پوری کا مقالہ ہے، جس میں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے بعض فتاوٰی کی جھلکیاں بڑے سلیقے سے مرتب کی گئی ہیں۔ اِس کے علاوہ فاضل مؤلف نے فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے فقہی مقام اور درجۂ امامت پر سیر حاصل

---

[1] رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، بابت ذیقعد ۱۳۹۱ھ ص ۲۱

[2] رضائے حبیب، گجرات، بابت جنوری فروری ۱۹۷۱ء، ص ۳۹

Marfat.com

بحث کی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ : ؎

الفاظ کے نگر میں مطالب کی چاندنی
فقروں میں کہکشاں کی ضیا ہے ڈھلی ہوئی

بہرکیف زیرِ تبصرہ مقالہ وقت کی اہم ضرورت تھا اور مرکزی مجلسِ رضا نے جس اہتمام سے اِس کی اشاعت کی ہے اور آئندہ کے لیے جن عزائم کا اظہار کیا ہے، وُہ قابلِ تحسین ہے۔ اِس مقالے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مخالف حضرات کو بھی اِس کا مطالعہ مفید رہے گا اور محض گروہی تعصب کی بنا پر بلاتحقیق و جستجو اُن کے ذہنوں میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں، وُہ دُور ہو جائیں گی، کیوں کہ مؤلف نے مقالے کے آخر میں اظہارِ حقیقت کے عنوان سے مخالفین کا اعتراف بھی شامل کر دیا ہے "[1]

ماہنامہ فیضِ رضا لائلپور نے اِس مقالے کے بعض حصّوں کو اپنے پرچے میں شائع کیا اور ماہنامہ حنفی لائلپور نے تو پورے مقالے کو تین قسطوں میں شائع کر دیا، حالانکہ یہ ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا اختر الحامدی الرضوی مدظلہٗ نے جب اِس کتاب کا مطالعہ کیا اور معارفِ رضا کے مسودے پر مطلع ہوئے تو اپنے تاثرات کو اِن لفظوں میں سپردِ قلم کیا :

" پہلے صحیفۂ عالیہ دو روز بعد تصانیف عالیہ نظر نواز و باصرہ افروز ہوئیں۔ اندازِ تحریر انتہائی دل نشین، شگفتہ اور عام فہم نیز مدلّل اور عالمانہ ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو تا دیر زندہ سلامت رکھے اور تمام اراکینِ مجلسِ رضا کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آپ نے ایک ایسی شخصیت پر قلم اُٹھایا ہے کہ جس پر کچھ لکھنا بڑے دل گردے کا کام ہے اور اب تک جن حضرات نے کچھ لکھا وُہ ناکافی اور بالکل نہ ہونے کے برابر۔ میرے پاس زبانِ سپاس نہیں کہ مَیں آپ کے اِس عظیم کارنامے کی تعریف کر سکوں۔ آپ بہت بڑا کام کر رہے ہیں اور لاریب یہ حضور مجددِ اعظم اور

---

[1] حنفی، لائلپور، بابت دسمبر ۱۹۷۱ء

Marfat.com

مفتیٔ اعظم دہلی رحمۃ اللہ علیہما کا آپ پر کرم خاص ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔[1]

"خدا آپ کی عمر میں برکت کرامت فرمائے، آپ نے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ پر جتنا کام کیا ہے چھبیس برس میں مجموعی طور پر ہمارے رضوی علما کو اس کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ حقیقت ہے کہ یہ سعادت قسام ازل نے آپ کے لیے رکھ چھوڑی تھی۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولیٰ تعالیٰ آپ کو تا دیر زندہ سلامت رکھے اور آپ کے کارناموں کو پائندہ و تابندہ (آمین)۔ مگر ایک گزارش ہے، اپنی صحت کا بھی خیال رکھیے، کہیں کثرتِ کار صحت پر اثر انداز نہ ہو۔ آپ تو بڑے کام کی چیز ہیں، گرانمایہ جیسے انمول، گوہر یک دانہ۔"[2]

۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں مولانا سعید احمد نقشبندی مدظلہ کی تصنیف لطیف مسلک امام ربانی مکتبہ سامدیہ گنج بخش روڈ لاہور سے شائع ہوئی۔ موصوف کو یہ کتاب ملک حسن علی شمر قبوری کی تالیف تعلیمات مجددیہ کے مغالطوں کی وجہ سے لکھنی پڑی تھی۔ مولانا موصوف نے اس کتاب کا پیش لفظ بقصد ہو کر راقم الحروف سے لکھوایا۔ باری تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ راقم الحروف کے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ چند علمائے کرام نے پسند کیے اور انہوں نے شاندار لفظوں میں اظہارِ خیال کیا۔ چنانچہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ناظم اعلیٰ، مولانا مفتی محمد عبد القیوم صاحب ہزاروی مدظلہ نے اس کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] مکتوب گرامی مرسلہ ۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

[2] مکتوب محبت ۔ مرسلہ ۔ ۲ نومبر ۱۹۷۳ء

"ملک حسن علی شرقپوری نے عجیب ہوشیاری سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی فرضی عقیدت کا دامن تھام کر تعلیماتِ مجددیہ کتاب لکھ ماری، جس میں شیخ مجدد کے مسلک کی، خود انھیں کی جھولی میں بیٹھ کر تردید و تضحیک کرنی چاہی یعنی حضرت امام ربانی کے مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کے بیباک مبلغ و ترجمان امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو ہدفِ تنقید بنایا ہے گویا شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کی ریش مبارک پہ ہاتھ ڈالنے کی غرض سے ملک صاحب خود اسی سرکار کی گود میں جا بیٹھے ہیں۔

باری تعالیٰ شانہٗ کی عادتِ کریمہ ہے کہ وہ اپنے خالص بندوں کے ننگ و ناموس کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ مخالفینِ اولیائے کرام کے جال کو وقت آنے پر تارِ عنکبوت سے کمزور دکھا دیتا ہے اور اپنے کسی ایسے بندے کو کھڑا کر دیتا ہے، جو باطل پرستوں کے چہروں پر نام نہاد حقانیت کی پڑی ہوئی نقابوں کو بڑے سلیقے سے الٹ کر ان کے حقیقی خد و خال ظاہر کر دے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور مجدد مأتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہما کی مبارک روحوں کا تصرف و فیضان ہے کہ اس سنتِ الٰہیہ کا مظاہرہ جناب اختر شاہجہانپوری کے ہاتھوں ہوا۔ اختر صاحب نے مسلک امام ربانی کے ابتدائیہ میں مکتوباتِ امام ربانی کے تحت تعلیماتِ مجددیہ کتاب کی تلبیسات کا پوسٹ مارٹم کر دکھایا۔ کمال مہارت اور وسیع النظری سے مسلک اہلسنت و جماعت کی حقانیت کو یوں بیان کیا کہ مخالفین کے فرار کی ہر گلی بند کر دی۔ ساتھ ہی ملک صاحب کی خیانتوں اور مبتدعینِ زمانہ کے خلافِ اہل حق پروپیگنڈے اور اعتراضات و الزامات کو باطل پرستی ثابت کر کے خود وہابیہ کی بے شمار مسلمہ کتبِ تواریخ کی روشنی میں ان کے اکابر کی اسلام دشمنی منفرد و مؤثر انداز میں دکھائی ہے، جس کی نظیر اس سے پہلے نظر نہیں آئی۔ بفضلہ تعالیٰ ہمارے اختر نے دکھا دیا ہے کہ اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا ٥

Marfat.com

ملک حسن علی شرقپوری اور اُن کے ہمنواؤں کو اختر صاحب کی نگارشات پر ممکن ہے غصّہ تو بہت آیا ہو کیونکہ اُنہی کامیابی سے وہابیت کے زنگ برنگے علمبرداروں کے حقیقی خدوخال کسی سے ظاہر نہیں کیے جا سکے تھے۔ اِس صاف و شفاف آئینے کو فریقین کے سامنے رکھ دینا متبدعین کی نظر میں شاید کھٹکے، لیکن اِس میں بیچارے اختر شاہجہان پوری کا کیا قصور؟ یہ تو مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی غیرت کا تقاضا اور اللہ تعالیٰ کے قانون کا ایک مظاہرہ ہے جو کلکِ اختر کے ذریعے منظرِ عام پر آیا۔ وہابی حضرات اگر تعصب کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیں تو اُنھیں اختر صاحب کا شکر گزار ہونا چاہیے، جنھوں نے اُن کے شبہات کو مٹا کر راہِ ہدایت دکھا دی ہے بہرحال علمائے اہلسنّت وجماعت کے ساتھ راقم الحروف بھی اختر شاہجہانپوری کی اِن نگارشات کے پیشِ نظر اُن کا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہے۔" [1]

جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ کے ناظمِ اعلیٰ و شیخ الحدیث، علامہ مفتی ابو البیان غلام علی صاحب مدظلہ العالی نے اِس پیش لفظ کے بارے میں اپنے تاثرات یُوں قلمبند فرمائے:

"اِس کتاب کا دیباچہ یعنی پیش لفظ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ علامہ اختر شاہجہانپوری نے وہابیہ دیابنہ کی انگریز دوستی اور فرنگی نوازی اور حکومتِ برطانیہ سے وفاداری کے بارے میں اُن حیرت انگیز حقائق کا انکشاف کیا ہے کہ شاید کسی دُوسری کتاب میں مجموعی طور پر اتنا ٹھوس تاریخی مواد ایک جگہ جمع نہ مِل سکے۔ میری رائے میں اگر پیش لفظ میں کچھ ترمیم و اضافہ کر کے مستقل کتابچے کی شکل میں شائع کر دیا جائے تو اِس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گا۔" [2]

منڈی بُورے والا کے خطیبِ اعظم اور اہلسنّت وجماعت کے مُمتاز عالمِ دین، مولانا شبیر احمد ہاشمی مدظلہ العالی نے جب احقر کی اِن پراگندہ سطور کو ملاحظہ فرمایا تو بیحد محظوظ ہُوئے

---

[1] مُہری دستخطی مکتوب گرامی بنام مولانا انوار الاسلام صاحب محررہ ۲۱ مارچ ۱۹۷۴ء

[2] مکتوبِ گرامی، بنام راقم الحروف، مرسلہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ / ۱۷ مئی ۱۹۷۴ء

Marfat.com

اور فوراً اپنے تاثرات سپردِ قلم کرکے ارسال فرماتے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"اس کتاب مسلکِ امام ربانی کے آغاز میں پیش لفظ کے عنوان سے ۱۰۹ صفحات کا جو مقالہ حضرت عبدالحکیم خاں صاحب اختر شاہ جہان پوری نے قلمبند فرمایا ہے، وُہ تو اپنی مثال آپ ہے۔ یعنی کتاب اگر جسم ہے تو اختر صاحب کا پیش لفظ جان ہے۔ اختر صاحب نے خانوادۂ توہینِ رسول کے تمام مکائد کو علمی اور ادبی انداز میں جس طرح تاڑا ہے اور اُن کے استدلال اور استنباط کی جس طرح چھاڑ کی ہے باید و شاید۔ حضرتِ اختر نے حدیثِ مجدد سے استدلال فرما کر حضرت مجدد الف ثانی اور مجدد مائتہ حاضرہ اعلحضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک کے کارہائے تجدیدِ دین کو مختصر اور جامع الفاظ میں سمو یا بھی ہے، اغیار سے دفاع بھی کیا اور عقائد حقہ اہلِ سنت وجماعت کو مبرہن بھی فرمایا ہے۔

اس پیش لفظ کو پڑھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اختر شاہجہان پوری محض ایک نغز گو شاعر ہی نہیں ایک صاحبِ طرز قلمکار اور صاحبِ علم، محققِ اہلسنت بھی ہیں۔ اعلحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت موصوف کے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہوئی ہے۔ اختر صاحب کے قلم کو رضا کے فیض سے خنجر خونخوار اور برقِ بار کہا جائے تو مبالغہ نہیں۔

ان کے اور اہلسنت کے اعداء نے تعلیماتِ مجددیہ کے نام سے خیر کو چیلنج کیا اور شر کو ابھارا تو اختر صاحب کے قلم نے شر کو ٹھکانے لگایا اور خیر کا دفاع کیا۔ اختر صاحب کے قلم کی رعنائی اس لحاظ سے بھی دیدنی ہے کہ وُہ . . . . دینی اعداء اور دشمنانِ اہلسنت کے درون خانہ سے خاصی واقفیت رکھتے ہیں۔ مجھے پیش لفظ پر پیش لفظ کا لکھنا مطلوب نہیں ورنہ میں عباراتِ اختر صاحب کی ادبی، فنی اور دینی معلومات کی گہرائیوں کو سلک ترتیب میں پرو کر واضح کرتا۔ میری دعا ہے کہ ربِ ذوالجلال حضرت موصوف پر اپنا فضل و کرم اور اپنے حبیبِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت دائم و قائم رکھے۔ آمین ثم آمین"[1]

---

[1] تاثرات مرسلہ بنام مولانا انوار الاسلام صاحب، مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۷۸ء

Marfat.com

چنیوٹ ضلع جھنگ کی انجمن رضائے مصطفیٰ کے ناظمِ اعلیٰ جناب محمد اسمٰعیل خاں نے اِس دیباچے کو پڑھا تو حیران رہ گئے۔ یہ احقر کے ولیِ نعمت، مرشد برحق، مفتی اعظم دہلی حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم اور اُن کے طفیل فیضِ رضا کی بارش کا نتیجہ ہے کہ راقم الحروف کی صرف دو ہفتے کی محنت۔ جسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کا جامہ پہنا دیا تھا اُسے خدائے ذوالمنن نے شرفِ قبولیت بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ چند اوراق علمائے کرام کو اس درجہ پسند آئے کہ شاید زمانۂ حال کی کسی بڑی سے بڑی تصنیف کو بھی اتنا نہ سراہا گیا ہو۔ اسی کے پیشِ نظر ناظم اعلیٰ موصوف یوں رقمطراز ہوئے:

'بندہ نے کتاب مسلک امامِ ربانی میں حضرت اختر شاہجہان پوری مدظلہ کے تحریر کردہ پیش لفظ کا بغور مطالعہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ احقر نے دورانِ مطالعہ یہ محسوس کیا کہ جناب اختر شاہجہان پوری ہمارے صاحبِ طرز اور مایہ ناز اہلِ قلم ہیں۔ آپ کا قلم بدمذہبوں کا کمال مہارت سے پوسٹ مارٹم کرتا ہے کیونکہ وُہ پیغامِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیباک ترجمان اور اِس گئے گزرے زمانے میں عشقِ رسول کی صلائے عام ہے۔ علمی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ پیش لفظ صورِ اسرافیل ہے۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ حضرت شاہجہانپوری کا قلم، اپنے جاندار علمی کارناموں کی روشنی میں فی زمانہ شمشیر بے نیام ہے نیز مدلل زورِ بیان سے محابے اور محاکمے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ الحمد للہ، ماشاءاللہ۔ سُنیوں کے لیے آپ کا وجود نعمتِ خداوندی ہے۔ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ[1]

مولانا اختر الحامدی الرضوی مدظلہ کو حضرت حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ایک ممتاز عالم دین، رضویت کی پاکیزہ نشانی اور نعت گو شعراء میں ایک خاص منصب رکھتے ہیں۔ موصوف نے جب

---

[1] تاثرات مرسلہ بنام مولانا انوار الاسلام صاحب، بکم ربیع الاول ۱۳۹۵ھ / ۲۶ مارچ ۱۹۷۵ء

Marfat.com

مسلکِ امامِ ربّانی کتاب کو پڑھا اور اس کے پیشِ لفظ کے تیور دیکھے تو پھڑک اُٹھے اور یوں اپنے تاثرات از خود لکھ کر ارسال فرمائے:

"کتاب بہت خوب ہے، بہت ہی خوب اور دیباچہ اُس کی رُوح۔ میرا خیال ہے کہ یہ دیباچہ علیحدہ بھی کتابی شکل میں شائع ہو جائے تو بہتر ہے کہ کم قیمت پر ہر غریب خرید سکے اور فائدہ اٹھا سکے۔ آپ کی تحریر کیا ہے؟ غضب، قیامت! کیا روانی ہے، کیا سلاست ہے؟ اور اس کے ساتھ ہی حُسنِ استدلال، سُبحان اللہ! مجھے تو آپ کی تحریر پر رشک آتا ہے۔ یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ ع

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ[1]

راقم الحروف نے گزارش کی کہ حضور والا! پسند کرنے کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں لیکن میری خواہش تو یہ تھی کہ آپ رہنمائی فرماتے، تنقیدی نظر سے دیکھ کر غلطیوں سے مطلع فرماتے۔ مجھے تعریف کی نسبت تنقید کی ضرورت زیادہ ہے جو خوب سے خُوب تر کی جانب لے جائے۔ موصوف نے جواباً فرمایا:

"تنقید! چہ خُوب۔ آپ نقّادوں کو قلم رکھنے ہی کب دیتے ہیں؟ اور اس میں خامیاں ہیں کہاں؟ گستاخی معاف اگر کتاب سے پیشِ لفظ کو علیحدہ کر دیا جائے تو کتاب کی معنوی خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے۔ کتاب کی جان جناب کا دیباچہ ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس دیباچہ کو علیحدہ بھی شائع کیا جائے۔ جناب کے دیباچے کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بھی بہت بڑے مقدمہ باز ہیں یعنی اپنے دَور کے سب سے بڑے مقدمہ نویس۔ مقدمہ نویسی کے فن پر آپ کو مکمل عبور حاصل ہے اور آپ کی گرفت اس پر بہت مضبوط ہے۔ ع

اللہ کرے حُسنِ رقم اور زیادہ

کاش! کوئی دردمند آپ کے یہ تمام شہ پارے ایک جگہ جمع کر کے کتابی شکل

---

[1] مکتوبِ گرامی بنام راقم الحروف، مرسلہ ۹ جون ۱۹۸۴ء

Marfat.com

میں شائع کرا دے۔ اے کاش! کہ میں لاہور میں ہوتا اور ان کو جمع کر سکتا"۔ لہ

اگلے مکتوب گرامی میں موصوف نے اپنی ایک خواہش کا اظہار فرمایا، جو اُن کے لفظوں میں حسبِ ذیل ہے:

"آپ کا مقدمہ منہ سے بول رہا ہے اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ یہ علمی شہ پارہ بجائے خود بہترین کتاب ہے۔۔۔۔ اگر ہو سکے تو مستقبل قریب میں تمام مقدمات کو یکجا کر کے اس فقیر کو ارسال فرمائیں تاکہ میں بھی ان سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر کچھ لکھنے کی سعادت حاصل کر سکوں۔ خدا کرے آپ میری یہ درخواست قبول فرما لیں"۔ لہ

ترجمانِ اہلسنت کراچی نے کتاب مسلک امام ربانی پر تبصرہ شائع کیا۔ اُس میں احمد میاں حافظ البرکاتی نے راقم الحروف کے لکھے ہوئے مذکورہ پیش لفظ کے بارے میں یُوں اظہارِ خیال کیا ہے:

"کتاب کے شروع میں محترم مولانا اختر شاہجہان پوری مظہری کا تحریر کردہ سو سے زائد صفحات پر مشتمل پیش لفظ ہے، جو بجائے خود ایک مدلل اور محقق رسالہ ہے۔ اختر صاحب موصوف نے پیش لفظ میں ملک حسن علی اور ان کی تعلیماتِ مجددیہ کی جس شاندار طریقے پر دھجیاں بکھیری ہیں وُہ لائقِ صد تحسین ہے۔ فاضل موصوف نے مختصر طریقے پر تیرہ مقامات شمار کرا کے ملک حسن علی صاحب سے سوالات کیے ہیں کہ کیا دیوبندیوں وہابیوں کے اکابرین کے یہی عقائد ہیں جو حضرتِ مجدد نے اپنے مکتوبات میں بیان فرمائے ہیں؟۔۔۔۔۔ ملک حسن علی صاحب اس بات پر مُصر ہیں کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات اور دیوبندیوں کی خرافات ایک ہی ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ مصنف (ملک صاحب) نے موجودہ اہلسنت وجماعت اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تضاد ثابت کرنے کی

لہ مکتوب گرامی بنام راقم الحروف، محررہ یکم جولائی ۱۹۰۴ء

لہ " " " " " ، نوشتہ ۱۶ ستمبر ۱۹۷۴ء

Marfat.com

مشق فرمائی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ مولانا اختر شاہجہان پوری نے اس قسم کے تمام لغو اور باطل اعتراضات کے مفصل اور مدلل جواب اپنے انوکھے اور نرالے قلم سے احسن طریق پر اس پیش لفظ میں دیئے ہیں، جو اپنی مثال آپ ہیں اور ثابت کیا ہے کہ اہلحدیث، دیوبندی، نیچری، مرزائی، منکرین حدیث وغیرہ برٹش گورنمنٹ کے دور کی پُرفتن یادگاریں ہیں۔ جملہ بتدعین اپنے روزِ اول ہی سے اہلسنت جماعت سے انگریزوں کی ہدایت کے مطابق برسرپیکار چلے آرہے ہیں اور اپنے ناپاک کرتوتوں سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کے لیے اہلسنت وجماعت کو مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کردہ فرقہ بتاتے رہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ کتاب کی اشاعت پر فاضل مصنف اور اختر شاہجہان پوری مبارکباد کے مستحق ہیں۔ حبیبی کتاب کی تزئین خوبصورت ہے اسی طرح ہر لحاظ سے مضمون نہایت حسین وجمیل، خصوصیت سے اختر شاہجہان پوری کا دیباچہ قابلِ مطالعہ اور لائقِ داد ہے۔" [1]

قارئین کرام! بطورِ نمونہ چند اخبارات و رسائل اور بعض بزرگوں کے تاثرات اس دوران کی صرف دو تحریروں کے بارے میں پیش کیے ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ یہاں ہرگز ہرگز اپنے منہ میاں مٹھو بننا مقصود نہیں کیونکہ من آنم کہ من دانم ۔ یہ اللہ جل شانہٗ کا اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں فضل وکرم ہے کہ کیسے کیسے علمائے کرام اس علمی لحاظ سے قلاش اور تہی دست کو ایسے لفظوں سے یاد کرتے ہیں ۔

گدائے درِ اولیاء:

عبد الحکیم خاں اختر

مجددی مظہری شاہجہان پوری

لاہور

---

[1] ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، بابت ماہ اگست ستمبر ۱۹۷۸ء، ص ۱۱۴ تا ۱۱۶

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

جل جلالک یا اللہ

اہل سنت وجماعت کا مستند صحیح ترجمہ قرآن و تفسیر

کنز الایمان الاشرف

بے ادبی و بے حرمتی سے مُبرا بے نظیر ترجمہ بے عدیل تفسیر

ترجمہ: امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ خریدتے وقت "کنزالایمان" کا نام ضرور یاد رکھیں

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

یا اللہ جل جلالہ

اہل سنت و جماعت کا مستند صحیح ترجمہ قرآن و تفسیر

کنزالایمان شریف

بے ادبی و بے حرمتی سے مبرا بے نظیر ترجمہ بے عدیل تفسیر

ترجمہ: امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت
شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ خریدتے وقت "کنزالایمان" کا نام ضرور یاد رکھیں

Marfat.com

81

فیضانِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

ادارہ غوثیہ رضویہ

کرم پارک مصری شاہ ـ لاہور ـ پاکستان

Marfat.com